فصل یازدھم

متفرق اہم سوالات کے جوابات

اِس فصل میں ہم اُن سوالات کے جواب درج کر رہے ہیں جن پر سابقہ فصول میں گفتگو نہیں ہو سکی۔ طبع ثانی کے وقت جو بعض نئے سوالات سامنے آئے ہیں ان کے جواب بھی شامل ہیں، تاہم حجم کی زیادتی کی وجہ سے اختصار کو مدّ نظر رکھا گیا ہے۔

(۱) شعر اور نبوت

اعتراض۔ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی شاعر نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا عَلَّمْنَاہُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْبَغِیْ لَہٗ (یٰس ع۵) کہ ہم نے نبی کو شعر کی تعلیم نہیں دی اور نہ ہی اس کے مناسب ہے۔ چونکہ حضرت مرزا صاحبؑ نے شعر کہے ہیں اسلئے وہ نبی نہیں ہو سکتے۔

الجواب الاوّل۔ سورۃ یٰس میں ساری آیت یوں ہے:۔ وَمَا عَلَّمْنٰہُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَہٗ اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِکْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ (ع۵) کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر نہیں سکھائے اور نہ ہی شعر اس کے مناسب حال تھا۔ یہ تو خالص نصیحت، باعثِ شرف کلام اور قرآن مبین ہے۔" آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں قرآن مجید کے شعر ہونے کی نفی ہے۔ کفار جو قرآن مجید کو شعر کہا کرتے تھے اس کی تردید کی گئی ہے۔ قریش رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر قرار دیا کرتے تھے وَیَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِکُوْٓا اٰلِھَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ (صافات ع۲) اور کہتے

تھے کہ کیا ہم اِس دیوانہ شاعر کی وجہ سے اپنے بتوں کو ترک کر دیں؟ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے متعلق فرمایا وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ (الحاقۃ ع) کہ یہ قرآن مجید شاعر کا کلام نہیں۔ گویا نہ حضرت رسولِ پاک شاعر ہیں اور نہ ہی قرآن مجید شعر ہے۔

ظاہر ہے کہ قرآن مجید کو اصطلاحی معنوں میں کوئی جاہل سے جاہل عرب بھی شعر نہیں کہہ سکتا۔ قرآنِ پاک میں شعروں کی طرح اوزان اور بحور قطعاً نہیں ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ عرب لوگ کن معنوں میں قران مجید کو شعر اور رسول مقبولؐ کو شاعر کہتے تھے؟ امام راغب اصفہانی اپنی مشہور لغت میں لفظ شعر کے نیچے لکھتے ہیں: اَلشِّعْرُ يُعَبَّرُ بِهٖ عَنِ الْكَذِبِ (المفردات للراغب) کہ شعر کا لفظ جھوٹ کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔" انہی معنوں میں عرب لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہتے تھے اور اسی مفہوم میں قرآنِ پاک کو شعر قرار دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید میں فرمایا کہ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شاعر ہیں اور نہ ہی قرآن مجید شعر ہے بلکہ آپؐ صادق و مصدوق ہیں اور قرآن مجید ذکر اور مقدس قانونِ شریعت ہے۔ آیت کریمہ میں قرآن مجید کے شعر ہونے کی نفی کرتے ہوئے اسے ذِكْرٌ قرار دیا گیا ہے نیز اسے قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ کہا گیا ہے۔ اس تقابل سے عیاں ہے کہ آیت میں شعر سے مراد کذب بیانی اور غلط گوئی ہے، اس کی نفی کی گئی اور یہ بات روزِ روشن کی طرح ثابت ہے کہ کوئی نبی جھوٹ نہیں بول سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف شعر بمعنی جھوٹ منسوب کرنا خود افتراء ہے۔

الجواب الثانی۔ علم منطق میں شعریات اُن مقدمات اور قیاسات کو کہتے ہیں جو حقیقت پر مبنی نہ ہوں مگر مخاطب کے جذبات پر اثر انداز ہو جائیں۔ گویا ایک قسم کا مغالطہ دیکر غیر حقیقت کو حقیقت ثابت کرنے کا نام شعر ہوتا ہے جسے اُردو میں عموماً جذبات سے کھیلنا کہتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام اِس بات سے پاک ہوتے ہیں اور ان کا لایا ہوا کلام اِس قسم کے انداز سے سراسر مبرا ہوتا ہے۔ ان کا کلام ذکرٌ ہوتا ہے۔ اِن معنوں میں شعر نہیں ہوتا اور نہ ہو سکتا ہے۔

مشہور منطقی عالم میر سید شریف لکھتے ہیں:-

"وَ مَرْتَبَةُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تُنَافِیْ اَنْ یَغْلَطَ وَ تَعَالٰی مِنْ اَنْ یَخْلُطَ وَالشِّعْرُ وَاِنْ کَانَ مُفِیْدًا لِلْخَوَاصِّ وَالْعَوَامِّ فَاِنَّ النَّاسَ فِیْ بَابِ الْاِقْدَامِ وَالْاِحْجَامِ اَطْوَعُ لِلتَّخْیِیْلِ مِنْھُمْ لِلتَّصْدِیْقِ اِلَّا اَنَّ مَدَارَہٗ عَلَی الْاَکَاذِیْبِ وَمِنْ ثَمَّةَ قِیْلَ اَحْسَنُ الشِّعْرِ اَکْذَبُہٗ فَلَا یَلِیْقُ بِالصَّادِقِ الْمَصْدُوْقِ کَمَا یَشْھَدُ بِہٖ قَوْلُہٗ تَعَالٰی وَمَا عَلَّمْنَاہُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْبَغِیْ لَہٗ -" (الحاشیۃ الکبریٰ علی شرح المطالع صفحہ ۵۰۷)

ترجمہ - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ و مقام اس سے ارفع و اعلیٰ ہے کہ آپ غلط بیانی کریں۔ یہ آپ کی شان کے منافی ہے۔ شعر اگرچہ عوام و خواص کے لئے مفید ہے کیونکہ لوگ آگے بڑھنے اور پسپا ہو جانے میں حقیقت کی نسبت تخیّل کے زیادہ تابع ہوتے ہیں مگر ایسے شعروں کا مدار جھوٹ پر ہوتا ہے - اسی لئے کہتے ہیں کہ بہترین شعر وہ ہے جو زیادہ جھوٹ پر مشتمل ہوتا ہے۔ ایسا شعر صادق نبی کے شایاں نہیں جیسا کہ آیت وَمَا عَلَّمْنَاہُ الشِّعْرَ گواہی دیتی ہے۔"

یعنی آیت وَمَا عَلَّمْنَاہُ الشِّعْرَ میں شعر سے مراد پُر کذب شعر ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِن معنوں سے کوئی شعر نہیں کہا۔

شمس العلماء خواجہ الطاف حسین حالی نے شعر کے متعلق لکھا ہے:۔

"جو شخص معمولی آدمیوں سے بڑھ کر کوئی مؤثر اور دلکش تقریر کرتا تھا اس کو شاعر جانتے تھے۔ جاہلیت کی قدیم شاعری میں زیادہ تر اسی قسم کے برجستہ اور دلآویز فقرے اور مثلیں پائی جاتی ہیں جو عرب کی عام بول چال سے فوقیت اور امتیاز رکھتی تھیں۔ یہی سبب تھا کہ جب قریش نے قرآن مجید کی نرالی اور عجیب عبارت سُنی تو جنھوں نے اس کو کلام الٰہی نہ مانا وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہنے لگے حالانکہ قرآن شریف میں وزن کا مطلق التزام

نہ تھا۔" (مقدمہ شعر و شاعری صت۲)

الجواب الثالث۔ اگر انسان غور کرے کہ شاعری ایک ملکہ ہے، ایک خداداد قابلیت ہے کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مذمت کرتا ہے تو اسے معلوم ہوگا کہ اس ملکہ کا برا استعمال ہی برا ہے ورنہ اچھے شعر کہنا مومن کی شان کے منافی نہیں۔ بلکہ قرآن مجید نے اسے مومنوں کے لئے خدمتِ دین اور کفار سے بدلہ لینے کا ایک ذریعہ قرار دیا ہے۔ فرمایا:۔

إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا
وَانتَصَرُوا مِن بَعْدِ مَا ظُلِمُوا۔ (الشعراء ع)

ترجمہ۔ ہاں وہ شاعر مستثنیٰ ہیں جو مومن ہیں، اعمالِ صالحہ بجا لاتے ہیں، ذکرِ الٰہی کرتے رہتے ہیں اور مظلوم ہونے کے بعد بدلہ لیتے ہیں۔"

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِكْمَةً کہ بعض شعر حکمت پر مشتمل ہوتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ مقفیٰ عبارت منافیٔ نبوت نہیں۔ چنانچہ خود سرورِ کائنات سے بھی بعض روایات میں بعض موزوں اور مقفیٰ عبارتیں مروی ہیں مثلاً

اِنْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِيْتِ ✲ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا لَقِيْتِ

یہ فقرہ آپ نے اپنی زخمی انگلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ (بخاری کتاب المغازی)

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے ؎

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق ✲ اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

(۲) حقیقتِ معراج

معترض پٹیالوی نے لکھا ہے:۔

"جمہور اسلام معراج جسمانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل ہیں۔ ..... مرزا صاحب کا معراج جسمانی سے انکار خاص طور پر اس وجہ سے ہے کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کی آسمانی زندگی سے انکاری ہیں۔ اگر معراج جسمانی کو مان لیتے تو حیات و رفع حضرت مسیح علیہ السلام کا بھی ان کو قائل ہونا پڑتا۔" (عشرہ صفحہ۹)

الجواب[۱]۔ معراج کے متعلق ہمارا مذہب یہ ہے۔ حضرت اقدس[۱] نے تحریر فرمایا ہے:۔

"درحقیقت یہ سیر کشفی تھا جو بیداری سے اشد درجہ پر مشابہ ہے بلکہ ایک قسم کی بیداری ہی ہے۔ میں اس کا نام خواب ہرگز نہیں رکھتا اور نہ کشف کے ادنیٰ درجوں میں سے اس کو سمجھتا ہوں بلکہ یہ کشف کا بزرگ ترین مقام ہے جو درحقیقت بیداری سے یہ حالت زیادہ اصفیٰ اور اجلیٰ ہوتی ہے۔"

(ازالہ اوہام طبع سوم ص۲ حاشیہ)

گویا ہم معراج کو بیداری کا واقعہ مانتے ہیں اور اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نورانی وجود اس سیر کے لئے گیا۔ ہاں جسم خاکی اسی زمین پر رہا۔ یہی وہ عقیدہ ہے جو اُمت اسلامیہ کے ایک معتدبہ گروہ کا رہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے، لکھا ہے:۔

"عبداللہ بن عباس اور بہت سے صحابہ کا اعتقاد تھا کہ رسول اللہ نے معراج میں خدا کو آنکھوں سے دیکھا۔ حضرت عائشہ رض نہایت اصرار سے اس کے مخالف تھیں، امیر معاویہ کو معراج جسمانی سے انکار تھا۔" (سیرۃ النعمان مصنفہ شبلی جلد۲ ص۱۲)

الجواب[۲]۔ معترض پٹیالوی نے اپنی "جمہوریت" کے لئے زاد المعاد کا حوالہ دیا ہے۔ زاد المعاد میں لکھا ہے:۔

"وَقَدْ نَقَلَ ابْنُ اِسْحٰقَ عَنْ عَائِشَۃَ وَمُعَاوِیَۃَ اَنَّہُمَا قَالَا اِنَّمَا کَانَ الْاِسْرَاءُ بِرُوْحِہٖ وَلَمْ یُفْقَدْ جَسَدُہٗ وَنُقِلَ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصَرِیِّ نَحْوُ ذَالِكَ وَلٰکِنْ یَنْبَغِیْ اَنْ یُعْلَمَ الْفَرْقُ بَیْنَ اَنْ یُقَالَ کَانَ الْاِسْرَاءُ مَنَامًا وَبَیْنَ اَنْ یُقَالَ کَانَ بِرُوْحِہٖ دُوْنَ جَسَدِہٖ وَ بَیْنَہُمَا فَرْقٌ عَظِیْمٌ وَعَائِشَۃُ وَمُعَاوِیَۃُ لَمْ یَقُوْلَا کَانَ مَنَامًا وَاِنَّمَا قَالَا اُسْرِیَ بِرُوْحِہٖ وَلَمْ یُفْقَدْ جَسَدُہٗ وَفَرْقٌ بَیْنَ الْاَمْرَیْنِ فَاِنَّ مَا یَرَاہُ النَّائِمُ قَدْ یَکُوْنُ اَمْثَالًا مَضْرُوْبَۃً لِلْمَعْلُوْمِ فِی الصُّوَرِ الْمَحْسُوْسَۃِ فَیَرٰی کَاَنَّہٗ قَدْ عُرِجَ بِہٖ اِلَی السَّمَاءِ اَوْ ذُھِبَ

بِهٖ اِلٰی مَکَّۃَ وَاَقْطَارِ الْاَرْضِ وَرُوْحُہٗ لَمْ تَصْعَدْ وَلَمْ تَذْھَبْ وَاِنَّمَا مَلَكُ الرُّؤْیَا ضَرَبَ لَهُ الْمِثَالَ وَالَّذِیْنَ قَالُوْا عُرِجَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طَائِفَتَانِ طَائِفَةٌ قَالَتْ عُرِجَ بِرُوْحِهٖ وَبَدَنِهٖ وَطَائِفَةٌ قَالَتْ عُرِجَ بِرُوْحِهٖ وَلَمْ یُفْقَدْ بَدَنُهٗ وَھٰؤُلَاءِ لَمْ یُرِیْدُوْا اَنَّ الْمِعْرَاجَ کَانَ مَنَامًا وَاِنَّمَا اَرَادُوْا اَنَّ الرُّوْحَ ذَاتَهَا اُسْرِیَ بِهَا وَعُرِجَ بِهَا حَقِیْقَةً وَبَاشَرَتْ مِنْ جِنْسِ مَا تُبَاشِرُ بَعْدَ الْمُفَارَقَةِ وَکَانَ حَالُهَا فِیْ ذٰلِكَ کَحَالِهَا بَعْدَ الْمُفَارَقَةِ فِیْ صُعُوْدِهَا اِلَی السَّمٰوٰتِ سَمَاءً سَمَاءً حَتّٰی یُنْتَهٰی بِهَا اِلَی السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَتَقِفُ بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَیَأْمُرُ فِیْهَا بِمَا یَشَاءُ ثُمَّ تَنْزِلُ اِلَی الْاَرْضِ فَالَّذِیْ کَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْلَةَ الْاِسْرَاءِ اَکْمَلُ مِمَّا یَحْصُلُ لِلرُّوْحِ عِنْدَ الْمُفَارَقَةِ وَمَعْلُوْمٌ اَنَّ ھٰذَا اَمْرٌ فَوْقَ مَا یَرَاہُ النَّائِمُ لٰکِنْ لَمَّا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ مَقَامِ خَرْقِ الْعَوَائِدِ حَتّٰی شُقَّ بَطْنُهٗ وَھُوَ حَیٌّ لَا یَتَاَلَّمُ بِذٰلِكَ عُرِجَ بِذَاتِ رُوْحِهِ الْمُقَدَّسَةِ حَقِیْقَةً مِنْ غَیْرِ اِمَاتَةٍ وَمَنْ سِوَاہُ لَا یَنَالُ بِذَاتِ رُوْحِهٖ الصُّعُوْدَ اِلَی السَّمَاءِ اِلَّا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْمُفَارَقَةِ فَالْاَنْبِیَاءُ اِنَّمَا اسْتَقَرَّتْ اَرْوَاحُهُمْ ھُنَاكَ بَعْدَ مُفَارَقَةِ الْاَبْدَانِ"

(زاد المعاد جلد اول صفحہ ۳۰۲ مطبع نظامی کانپور)

ترجمہ: ابن اسحاق مؤرخ نے حضرت عائشہؓ اور معاویہؓ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ آنحضرتؐ کا اسراء روح کے ساتھ ہوا تھا اور حضورؐ کا جسم گم نہ ہوا تھا (بلکہ اپنی جگہ پر موجود تھا) حضرت حسن بصری سے بھی ایسا ہی منقول ہے لیکن چاہیئے کہ اسراء کے منامی اور بالروح ہونے میں فرق سمجھ لیا جاوے کیونکہ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہؓ نے اسراء کو خواب نہیں کہا صرف یہ کہا کہ

کہ وہ آنحضرتؐ کی رُوح کے ساتھ ہوا تھا۔ ان دونوں میں فرق یوں ہے کہ خفتہ انسان محسوس صورتوں کی امثال دیکھتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ میں آسمان پر یا مکہ لیجایا گیا ہوں یا زمین کے کناروں پر پہنچایا گیا ہوں لیکن اس کی روح نہ اٹھائی گئی ہوتی ہے اور نہ کہیں جاتی ہے، صرف خواب کا فرشتہ وہ مثال پیدا کر دیتا ہے۔ جو لوگ آنحضرتؐ کے عروج کے قائل ہیں ان کے دو گروہ ہیں (۱) ایک جماعت اسے رُوح اور جسم کے ساتھ مانتی ہے (۲) دوسری جماعت اسے صرف رُوح کے ساتھ مانتی ہے۔ موخر الذکر جماعت کا یہ مدعا نہیں کہ معراج خواب ہے، ان کا مطلب صرف یہ ہے کہ حضورؐ کی روح کو حقیقۃً اٹھایا گیا تھا اور اُسے وہی حالات پیش آئے تھے جو جسم چھوڑنے کے بعد آتے ہیں، اسی حالت میں وہ آسمانوں پر یکے بعد دیگرے چڑھ گئی، یہاں تک کہ وہ ساتویں آسمان میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ اللہ تعالےٰ نے اس کے متعلق حکم کیا اور وہ پھر زمین پر واپس آگئی۔ پس اسراء کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو ہوا وہ انتہائی حالت کا ہے، وہ سونے والے کی خواب سے بدرجہا بالا تر ہے کیونکہ حضورؐ کی اسی حالت میں خارق عادت امور ظاہر ہوئے۔ آپؐ زندہ تھے آپؐ کا بطن مبارک چیرا گیا مگر آپؐ کو درد محسوس نہ ہوئی پس حقیقۃً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوحِ مقدس ہی اٹھائی گئی تھی اور یہ واقعہ بغیر مرنے کے ہُوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی انسان ایسا نہیں کہ اس کی رُوح بغیر موت آسمان پر جا سکے۔ نبیوں کی روحیں بھی آسمان پر جسموں کو چھوڑ دینے کے بعد قرار گیر ہوتی ہیں۔"

ناظرین کرام! اس طویل اقتباس سے ظاہر ہے کہ صحابہ کے ایک عظیم الشان گروہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کو **بیداری کا کشف** قرار دیا ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے۔ ہاں اس اقتباس کے آخری فقرات سے ظاہر ہے کہ جتنے بھی نبی آسمان پر مقیم ہیں وہ سب بعد موت ہی وہاں ہیں۔ لہٰذا معلوم ہُوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی فوت ہو چکے ہیں۔ کیونکہ معراج کی رات حضور علیہ السلام نے مسیح کو بھی حضرت یحییٰؑ کے ساتھ دوسرے آسمان پر دیکھا تھا۔

معترض نے کہا ہے کہ محض موت عیسیٰؑ کے لئے احمدی جسمانی معراج کے منکر ہیں۔ حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔ کیا حضرت عائشہؓ، حضرت معاویہؓ اور حضرت امام حسن بصری کے سامنے بھی قائلینِ حیاتِ مسیح تھے جو انہوں نے ایسا عقیدہ ظاہر کیا؟ ہرگز نہیں! پس یہ استلزام باطل ہے۔ جسمانی معراج اور مسیح کے دو ہزار برس آسمان پر زندہ رہنے میں کوئی تلازم نہیں۔ بھلا اگر جسمانی معراج جس کا عرصہ صرف ایک شب ہے آنحضرتؐ کی افضلیت کی دلیل ہے تو پھر مسیح کا اتنا عرصہ جسم سمیت آسمانوں پر بیٹھے رہنا کیوں اُن کی افضلیت علی الانبیاء کی دلیل نہ ہوگا؟۔ اسلام کے یہ نادان دوست ہر رنگ میں اسلام سے دشمنی کر رہے ہیں۔

(۳) یُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ

مفتی محمد یعقوب صاحب نے ابن جوزی کی اس روایت کو پیش کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی نیز اُن کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں دفن ہونے کا ذکر کیا ہے ہم اس جگہ اس روایت کے متعلق تفصیلی نقد و تبصرہ کرنا نہیں چاہتے۔ حدیث کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے صرف اتنا جاننا ضروری ہے کہ اس کے ظاہری معنے ہرگز ہرگز درست نہیں لفظ نزول یا نزول الی الارض جسمِ خاکی سمیت آسمان سے اُترنے کو مستلزم نہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا رَّسُوْلًا یَّتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ (الطلاق ع) کہ ہم نے اس رسولؐ کو جو تم پر آیات اللہ کی تلاوت کرتا ہے نازل کیا ہے۔" آیت میں لفظ نزول بھی ہے اور اہل الدنیا کو مخاطب کر کے اِلَیْکُمْ بھی موجود ہے مگر پھر بھی آپؐ کا آسمان سے جسمِ خاکی کے ساتھ آنا مراد نہیں۔ یہی حال اِس حدیث کے لفظ نزول کا ہے۔ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کو ہی تعظیماً اور اکراماً نزول کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ درحقیقت ہر نبی اپنی ماموریت سے پیشتر دنیا سے منقطع ہو کر بلحاظِ قرب اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف سے ہدایتِ خلق کے لئے بھیجتا ہے پس یہ بھیجنا ہی نزول کہلاتا ہے۔ ورنہ جس شخص کی وفات پر قرآنی نصوص قطعیۃ الدلالت ہوں اس کا آسمان سے بجسدہ العنصری آنا چہ معنی دارد؟

اِس حدیث کا جملہ یُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ بھی اپنے ظاہری معنوں پر محمول نہیں ہو سکتا۔

ورنہ حسب ذیل خرابیاں لازم آئیں گی۔

اوّل۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو چاک کرکے مسیح کو وہاں دفن کرنا ہوگا حالانکہ کوئی غیور مسلمان اس کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اگر کہو کہ اگرچہ لغت میں قبر بمعنی مقبرہ نہیں آتا مقبرہ تو موضع القبور کو کہتے ہیں لیکن ہم تاویلاً اس قبر سے مراد مقبرہ لیتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ اس سے بھی ہمارا یہ دعویٰ ثابت ہے کہ اس فقرہ کے معنی بجز تاویل درست نہیں ہوسکتے۔ اور جب تم قبر کے معنوں میں تاویل کر سکتے ہو تو دوسرا شخص بھی قبر سے روحانی قبر مراد لے سکتا ہے۔

دوم۔ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَنَا اَوَّلُ مَنْ یَّنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۴۵) میری ہی یہ خصوصیت ہے کہ نشور کے وقت سب سے پہلے میری قبر کھولی جائیگی۔" اگر مسیح بھی ساتھ ہوں تو یہ خصوصیت باطل ہوجائے گی۔

سوم۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے رؤیا میں دیکھا کہ میرے حجرے میں تین چاند گرے ہیں۔ رَأَيْتُ ثَلَاثَةَ اَقْمَارٍ سَقَطْنَ فِيْ حُجْرَتِيْ۔ الحدیث (موطا امام مالک جلد ا صفحہ ۱۲۱ مصری) اور وہ تینوں چاند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اس جگہ مدفون ہوچکے۔ اب اگر حضرت مسیح بھی وہاں دفن ہوں تو حضرت عائشہؓ کی رؤیا میں خلل پیدا ہوگا اب جب اس حدیث کے ظاہری معنے مراد نہیں ہوسکتے تو لازماً اس کے روحانی معنے ہوں گے۔ اندریں صورت اس جگہ برزخی قبر مراد ہوگی۔ کیونکہ ایک روحانی قبر بھی ہوتی ہے جیسا کہ ترمذی کی حدیث اَلْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النِّيْرَانِ سے ثابت ہے اور ایسا ہی آیت ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ (العبس) کا بھی صریح منشاء ہے کہ ہر شخص کی قبر اللہ بناتا ہے" حالانکہ بہت سے لوگ نذرِ آتش ہوجاتے ہیں یا درندے ان کو کھا جاتے ہیں کیا ان کی قبر نہیں؟ ضرور ہے۔ اگر برزخی قبر نہ مانی جائے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ عذابِ قبر محض مسلمانوں کے لئے ہے۔ الغرض ہر انسان کی اس کے مرنے کے بعد ایک روحانی قبر ہوتی ہے۔ آنحضرتؐ نے مسیح موعودؑ کے اسی قبر میں ساتھ دفن ہونے کا ذکر فرمایا ہے تا لوگ سمجھیں کہ یہ موعود آنحضرتؐ سے الگ نہیں بلکہ ان کا ہی ظلّ ہے۔ اسی مفہوم کے لحاظ سے ہمارے حضرتؑ نے فرمایا ہے:-

سَاُدْخَلُ مِنْ عِشْقِیْ بِرَوْضَةِ قَبْرِهٖ ؛ وَمَا تَعْلَمُ هٰذَا السِّرَّ يَا تَارِكَ الْهُدٰی

(القصائد ص۳۰)

کہ میں اپنے عشقِ نبوی کے باعث حضورؐ کی برزخی قبر میں حضورؐ کے ساتھ ہوں گا۔ اے ہدایت کے ترک کرنے والے تو اِس بھید کو نہیں جانتا"۔

(۴) کیا نبی کا نام مفرد ہونا لازمی ہے؟

اعتراض۔ ہر نبی کا نام مفرد ہوتا رہا ہے کسی کا مرکب نام نہ تھا۔ مرزا صاحب کا نام مرکّب ہے یعنی غلام احمد اسلیئے آپ نبی نہیں ہو سکتے۔

الجواب ۱۔ نبی کا نام مفرد ہونا چاہیئے کا قانون قرآن مجید یا کسی حدیث میں ہے؟ ہرگز کہیں نہیں۔ پس یہ معیار خود ساختہ ہے یا بالفاظِ دیگر قرآن مجید پر تقدّم ہے۔ معیار وہ ہوتا ہے جسے خدا یا اس کا رسولؐ بیان کرے۔ یہ تو محض حضرت مسیح موعودؑ کی معاندت میں تراشا ہُوا معیار ہے۔

۲۔ نبی تو ایک لاکھ چوبیس ہزار ہوئے ہیں آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ ان سب کے نام مفرد ہی تھے کسی کا نام مرکّب نہ تھا۔

۳۔ حضرت اسمٰعیلؑ کا نام مرکّب ہے۔ دراصل سمع ایل دو الگ الگ لفظ ہیں۔ جن کے معنے ہیں "خدا نے سُن لی"۔ ابراہیم نام مرکّب ہے جس کے معنے "نیک لوگوں کا باپ" ہے۔ ذوالکفل صریح مرکّب ہے۔ ایسا ہی جب اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کو تولدِ فرزند کی بشارت دی تو ساتھ ہی بتایا اِسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ (آل عمران ع۵) کہ اس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا۔ اب یہ نام چار لفظوں سے مرکّب بتایا ہے۔ اور یہ نام بھی خدا نے رکھا ہے۔ تو کیا آپ لوگوں کے اِس تراشیدہ قاعدہ کے ماتحت حضرت عیسیٰؑ، حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی نبوّت کا بھی انکار کر دیا جائے؟

۴۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا نام بھی ایک لحاظ سے مفرد ہی ہے۔ کیونکہ غلام کا لفظ تو خاندان کے ناموں میں مشترک جزو ہے حضورؑ کا امتیازی نام احمد ہی ہے۔ الہامات میں آپؑ کو یا احمد کہہ کر خطاب کیا گیا ہے پس یہ اعتراض سراسر غلط ہے۔

(۵) نبی کے وجود سے بدشگونی لینے کا وطیرہ

معترض پٹیالوی نے اپنی کتاب میں مختلف مقامات پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وجود باجود کو منحوس قرار دیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی بعثت پر بنی اسرائیل نے کہا اُوۡذِیۡنَا مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَاۡتِیَنَا وَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جِئۡتَنَا (اعراف ع) کہ تیرے آنے سے پہلے بھی ہم پر مشکلات تھیں اور تیرے بعد بھی وہی حال ہے۔ اہلِ انطاکیہ نے مرسلین کے پیغام پر جواب دیا تھا اِنَّا تَطَیَّرۡنَا بِکُمۡ ۚ لَئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَہُوۡا لَنَرۡجُمَنَّکُمۡ وَ لَیَمَسَّنَّکُمۡ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیۡمٌ (یٰس ع) کہ ہم تو تمہارے وجود کو نہایت منحوس خیال کرتے ہیں۔ اگر تم اِس دعویٰ سے باز نہ آئے تو ہم تم کو سنگسار کریں گے اور سخت دُکھ دیں گے۔" قریباً ہر صادق کے متعلق قوم نے اسی طرح بدشگونی لی ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بھی معترض پٹیالوی کا یہ رویّہ انوکھا نہیں ہے۔ پس اِس اعتراض کا جو جواب مرسلینِ انطاکیہ نے دیا تھا وہی ہم دیتے ہیں کہ تمہاری یہ بدحالی اور تباہی خود تمہارے اپنے اعمال کے باعث ہے طَآئِرُکُمۡ مَّعَکُمۡ ؕ اَئِنۡ ذُکِّرۡتُمۡ ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ مُّسۡرِفُوۡنَ ۝ (یٰس ع)

مَیں سمجھتا ہوں کہ اِس اعتراض میں منکرینِ انبیاء ایک حد تک معذور بھی ہوتے ہیں کیونکہ نبی کی بعثت کے بعد حسبِ آیت وَ مَا کُنَّا مُعَذِّبِیۡنَ حَتّٰی نَبۡعَثَ رَسُوۡلًا (بنی اسرائیل ع) عذابوں کا آنا ضروری ہے اور جب تک دنیا رجوع نہ کرے یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اسلیئے نادان اپنی شامتِ اعمال کو نبی کے سر تھوپ دیتے ہیں حالانکہ وہ تو خدا تعالیٰ کی طرف سے اُن کے علاج کے لئے آتے ہیں۔ حضرتؑ نے خوب فرمایا ہے ؎

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے ٭ ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

نیز نبیوں کو ایک جماعت بنانی ہوتی ہے، نادان اس کو لوگوں میں تفرقہ اندازی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ حالانکہ درحقیقت وہ مصلحین کی ایک جماعت تیار کرتے ہیں اور ماہر ڈاکٹر کی طرح اُن لوگوں کو جو گندے عضو سے مشابہ ہوتے ہیں کاٹ دیتے ہیں۔ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی کفارِ مکّہ نے یہی الزام رکھا تھا کہ اس کے پاس جادو ہے جس کے ذریعہ سے یہ باپ بیٹے، بھائی بھائی اور میاں بیوی تک میں تفرقہ اندازی کر رہا ہے۔ (النبراس حاشیہ ص۴۳) یہی اعتراض آج غیر احمدی سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کرتے ہیں۔ ہر دو جگہ یہ اعتراض غلط ہے۔

(۶) مدعیٔ نبوّت کے ساتھ چند اہلِ علم

معترض پٹیالوی حضرت مولانا نور الدین اعظم رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتا ہوا لکھتا ہے کہ کاذب مدعیان کو ہمیشہ ہی چند اہلِ علم اپنے ساتھ ملانے پڑتے ہیں۔

الجواب ۔ اوّل تو یہ اعتراض بعینہٖ وہی ہے جو نادان عیسائی اور آریہ حضرت صدّیق اکبرؓ کی رفاقتِ نبویؐ پر کیا کرتے ہیں۔ دوسرے میں کہتا ہوں کہ معترض نے اس صورتِ حال کو کاذبین کی علامت بتا کر قرآن مجید کی آیت اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ (الشعراء ع۱۱) پر ناپاک حملہ کیا ہے۔ خداوند تعالےٰ تو اس آیت میں اہلِ علم کے ایمان لانے اور رجاننے کو اس نبی کی صداقت کی دلیل بتاتا ہے۔ چنانچہ اس میں حضرت عبد اللہ بن سلام کی طرف بھی اشارہ ہے جیسا کہ مفسّرین نے لکھا ہے لیکن معترض پٹیالوی عنادِ احمدیت کے باعث اسے دلیلِ کذب بتلاتا ہے۔ ع

تفو بر تو اے چرخ گردوں تفو

(۷) حضرتؑ کی وفات لاہور میں

معترض پٹیالوی نے متعدد مقامات پر لکھا ہے کہ مرزا صاحب غریب الوطنی کی حالت میں لاہور میں فوت ہوئے اور اس وقت اہلِ لاہور نے ہلّڑ مچایا۔ الخ (عشرہ ص۵ وغیرہ)

ہم اس کم علم معترض کو بتانا چاہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں اور الہامات کے مطابق حضورؑ کا لاہور میں وفات پانا تو آپؑ کی صداقت کی دلیل ہے۔ باقی لاہور کے بعض بدطینت لوگوں کی ہلّڑ بازی ان کی بدتہذیبی کا مظہر ہے اس سے حضرت پر کیا اعتراض؟ مولوی ثناء اللہ نے بھی لکھا ہے:۔

"بے شک کافروں اور حق کے مخالفوں سے حضرات انبیاء اور اولیاء علیہم السلام

سخت سے سخت بد کلامیاں، گالیاں اور بدزبانیاں سُنتے رہے۔" (الہامات ص۳)

سچ ہے سہ

نہ ہوا ایسے وقر ترک سجدۂ ابلیس سے آدم ÷ عدو کی سرکشی سے ذوق کب رُتبہ ہو کم میرا

حال مسافرانہ وفات تو خود اسلام میں شہادت کا حکم رکھتی ہے۔

(۸) محمد حسین بٹالوی کی ذلت کے لئے تاریخ

معترض پٹیالوی نے لکھا ہے :۔

"صفائی یہ ہے کہ حقیقۃ الوحی ص۲۳۱ پر لکھتے ہیں کہ مولوی محمد حسین اور ان کے ساتھیوں کے لئے کوئی تاریخ مقرر نہ تھی۔ اس کذب بیانی کی بھی کوئی حد ہے؟" (عشرہ ص۹۶)

الجواب ۔ اس اعتراض میں بھی منشی صاحب نے دھوکہ سے کام لیا ہے۔ ہم حقیقۃ الوحی کے اصل الفاظ درج ذیل کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے تحریر فرمایا ہے کہ :۔

"جو کچھ مولوی محمد حسین اور ان کے رفقاء کی نسبت پیشگوئی خدا تعالیٰ کے الہام میں لکھی گئی تھی اس کی نسبت کوئی تاریخ مقرر نہ تھی صرف میری دعا میں اپنے الفاظ تھے۔ الہامی الفاظ نہ تھے اور صرف میری طرف سے دعا تھی کہ اتنی مدت میں ایسا ہو۔ سو خداوند تعالیٰ اپنی وحی کا پابند ہوتا ہے اس پر یہ فرض نہیں ہے کہ جو اپنی طرف سے التجا کی جائے بعینہٖ اس کو ملحوظ رکھے۔"

(حقیقۃ الوحی ص۲۳۱)

گویا حضرتؑ نے اپنی دعا میں ان کی ذلت کے لئے تین سال کی حد بندی کی تھی لیکن الفاظ الہام میں ایسی تاریخ کا تقرر نہیں اور وہ الہام اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء میں عربی زبان میں طبع شدہ ہے۔ اس طرح گویا نہ صرف ان تین برس کے عرصہ تک مولوی محمد حسین کی ذلتیں حضرتؑ کی صداقت کا ثبوت ہیں بلکہ تا حیات ہر ذلت اس الہام کے تحت آسکتی ہے۔ کیا یہ واقعہ نہیں؟ یقیناً ہے پھر اس کو کذب بیانی قرار دینا کھلی بے ایمانی نہیں تو اور کیا ہے۔

(۹) کیا نبی اَن پڑھ ہوتا ہے؟

اعتراض ۔ نبی وہ ہوتا ہے جو کسی استاد سے کچھ نہ سیکھے۔ چونکہ مرزا صاحب نے بعض لوگوں سے

فارسی یا منطق کی چند کتابیں پڑھی ہیں اسلیئے وہ نبی نہیں ہوسکتے۔

الجواب ۱۔ یہ معیار قرآن مجید یا حدیث صحیح سے ماخوذ نہیں اسلئے قابلِ تسلیم نہیں[1]۔
۲۔ "نہ سیکھنے سے اگر تو وہ امور مراد ہیں جو اُس کی نبوّت یا روحانیت سے تعلق رکھتے ہیں تو درست ہے۔ اگر دنیاوی علم مراد ہو تو اس کا اس کے دعویٰ نبوّت سے عقلاً یا نقلاً کیا تعلق ہے؟ ظاہر ہے کہ یہی بات زیادہ مناسب ہے کہ نبی اور مامور جس بات یعنی روحانیت کا دعویدار ہو اس میں اس کا کوئی ظاہری استاد نہ ہو اسی مفہوم کے پیشِ نظر حضرت فرماتے ہیں ؎

دِگر استاد را نامے ندانم ⁂ کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ

نیز تحریر فرمایا:۔

"یقیناً سمجھو کہ نازل ہونے والا ابنِ مریم یہی ہے جس نے عیسٰی بن مریم کی طرح اپنے زمانہ میں کسی ایسے شیخ والد روحانی کو نہ پایا جو اس کی روحانی پیدائش کا موجب ٹھہرتا۔ تب خدا تعالیٰ خود اس کا متولّی ہوا اور تربیت کی کنار میں لیا اور اس اپنے بندہ کا نام ابنِ مریم رکھا کیونکہ اس نے مخلوق میں سے اپنی روحانی والدہ کا تو مُنہ دیکھا جس کے ذریعہ سے اس نے قالب اسلام کا پایا لیکن حقیقت اسلام کی اس کو بغیر انسانوں کے ذریعہ کے حاصل ہوئی۔ تب وہ وجود روحانی پاکر خدا تعالیٰ کی طرف اٹھایا گیا کیونکہ خدا تعالیٰ نے اپنے ماسوا سے اس کو موت دیکر اپنی طرف اٹھالیا۔ اور پھر ایمان اور عرفان کے ذریعہ کے ساتھ خلق اللہ کی طرف نازل کیا۔ سو وہ ایمان اور عرفان کا ثریا سے دنیا میں تحفہ لایا اور زمین جو سنسان پڑی تھی اور تاریک تھی اس کے روشن اور آباد کرنے کے فکر میں لگ گیا۔ پس مثالی صورت کے طور پر یہی عیسٰے بن مریم ہے جو بغیر باپ کے پیدا ہوا۔ کیا تم ثابت کرسکتے ہو کہ اس کا کوئی والد روحانی ہے۔ کیا تم ثبوت دے سکتے ہو کہ تمہارے سلاسل اربعہ میں سے کسی سلسلہ میں یہ داخل ہے؟ پھر اگر یہ ابنِ مریم

[1] قرآن مجید میں مخصوص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو الامی قرار دیا گیا ہے کہ آپ ان پڑھ تھے پس معلوم ہوا کہ باقی نبی ان پڑھ نہ تھے ورنہ یہ خصوصیت نہیں رہتی۔ (مؤلف)

نہیں تو کون ہے؟" (ازالہ اوہام ص۲۶۹ طبع سوم)

۱۳ - پھر اگر مطلق تعلیم ہی منافیٔ نبوت ہے تو یہود کی اس تاریخی روایت کا کیا جواب ہے جہاں لکھا ہے کہ حضرت مسیحؑ نے ایک استاد سے سبقاً سبقاً تورات پڑھی تھی؟ نیز قرآن مجید سورۃ الکہف ع۹ میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضر کا قصہ مذکور ہے حضرت موسیٰؑ نے ان سے کہا کہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے آپ کی پیروی کرتا ہوں - هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ أَن تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا - چنانچہ وہ ایک عرصہ تک اسی کام میں اسی راہ پر کاربند رہے۔

ان سب سے بڑھ کر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے متعلق حوالہ ہے۔ صحیح بخاری میں قبیلہ جرہم کا ذکر ہے:-

"اِذَا كَانَ بِهَا اَهْلُ اَبْيَاتٍ مِنْهُمْ وَشَبَّ الْغُلَامُ وَتَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ وَاَنْفَسَهُمْ وَاَعْجَبَهُمْ حِيْنَ شَبَّ فَلَمَّا اَدْرَكَ زَوَّجُوْهُ امْرَاَةً مِنْهُمْ (بخاری جلد۲ - باب یزفون النسلان فی المشی)

کہ قبیلہ جرہم کے کچھ گھر آبِ زمزم پر آباد ہوگئے۔ حضرت اسمٰعیل ان میں جوان ہوئے اور انہوں نے اُن سے ہی عربی سیکھی۔ وہ اُن لوگوں کو بہت مرغوب خاطر تھے اسلئے جب وہ بالغ ہوگئے تو انہوں نے اپنے میں سے ایک لڑکی کا ان سے نکاح کر دیا۔"

اس میں صاف ذکر ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ نے قبیلہ جرہم سے عربی سیکھی تھی۔ گویا تعلیم و تعلّم اور معلّم کی بھی واضح تصریح ہے۔ کیا اب حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوت سے بھی انکار کرو گے؟

؎ نیک ظن کرنا طریقِ صالحانِ قوم ہے ✤ لیک سو پردے میں ہوں ان سے نہیں ہوں آشکار

(مسیح موعودؑ)

(۱۰) منکرین مسیح موعودؑ کے کفر کا سوال

سوال - مرزا صاحب نے آکر مسلمانوں کو کافر بنا دیا۔ کیا مرزا صاحب کو ماننے کے بغیر اسلام نامکمل ہے؟ (عشرہ)

الجواب ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو کسی کو کافر نہیں بنایا ۔ جو لوگ خود کافر بن گئے وہی کافر ہیں مسلمان کہلانے والوں کی حالت کے متعلق ہم گزشتہ فصلوں میں حوالجات درج کر چکے ہیں ۔ رسالہ " آسمانی کڑاک " کے دیباچہ میں بھی لکھا ہے :۔

" آج دین و مذہب مصائب کے نرغے میں ہے ۔ گلشنِ اسلام پامالِ خزاں ہونے کو ہے ۔ دنیاوی ابتلاء کا سلسلہ منازل ترقی پر ہے ۔ مسلمان صعوبتوں اور کلفتوں کے آماجگاہ بنے ہوئے اطمینان و طمانیتِ قلبی سے محروم پڑے ہیں ، حوادث و سوانح ، مصائب و آلام کے ہدف بنے ہوئے ہیں ۔ دنیا ان کے تباہ و برباد ، نیست و نابود کرنے میں ساعی و کوشاں ہے ۔ ان کی مخالفت ، معاندت ، اور مخاصمت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتی ۔ غرضیکہ ہر سمت ، ہر جہت ، ہر طرف سے ان پر مصائب کے ابر ٹوٹ پڑے ہیں ۔ . . . . مصائب و آلام مذہب سُن کر ان (مسلمانوں) کے قلوب بے قرار اور ان کی چشم اشکبار نہیں ہوتیں ۔ کمالِ اسلام کا زوال ، اور نورِ اسلام کا انقطاع ہوتا ہے مگر یہ آنکھ نہیں کھولتے ، ان کی جیتوں نہیں بگڑتی اور ان کے تیور میلے نہیں ہوتے ۔ ؎

کفر دارد عار بر اسلام ما ۔ وائے بر ما وائے بر حالِ ما

(کڑاک آسمانی صلا)

جب حالات یہ ہیں کہ کفر بھی اس اسلام سے عار کرتا ہے تو پھر حضرتؑ پر کیا الزام ہے کہ آپؑ نے مسلمانوں کو کافر قرار دیا ہے ؟ کیا تم حالات پر غور نہیں کرتے ، کیا یہ زمانہ پکار پکار کر ایک مصلح کو نہیں چاہتا ؟ دینِ اسلام بے شک مکمل ہے لیکن مسلمان کہلانے والے اس کو مکمل صورت میں پیش نہیں کر رہے ۔ اسلئے ضرورت ہے کہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر جو اس زمانہ میں خدا کا فرستادہ ہے ایمان لا دیں اور اسلام کی اصل صورت کو ملاحظہ کریں ۔ غور کرو کہ اگر آج ایک نام نہاد مسلمان شخص کہے کہ میں سب کچھ مانتا ہوں لیکن حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو سچا نہیں مانتا تو کیا تم اس کو حقیقی مسلمان کہو گے ؟ قرآن مجید نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو نبی قرار دیا ہے اور قرآن مجید ہی سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت ثابت ہے

اس لیئے ان کا ماننا بھی قرآن کے ماننے میں شامل ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کی بشارت دی اسلیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے میں مسیح موعود کے ظاہر ہونے پر مسیح موعود کا ماننا بھی داخل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرتؑ کے لئے نشانات و معجزات دکھلائے اسلیئے خدا تعالیٰ پر ایمان کے ضمن میں حضور علیہ السلام پر ایمان لانا بھی ضروری ٹھہرا۔ دراصل حضرت مرزا صاحب پر ایمان لانے کو ضروری ماننے سے اسلام میں نقص لازم نہیں آتا بلکہ اس کی خوبی نمایاں ہوتی ہے کہ وہ ایک ایسا زندہ مذہب ہے جو ہر زمانہ میں اپنا پھل دیتا ہے۔

یوں حضرت مرزا صاحب نبی ہیں۔ ایک نبی کا انکار درحقیقت سب انبیاء کا انکار ہوتا ہے۔ چنانچہ تفسیر خازن میں زیر آیت کَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ الْمُرْسَلِيْنَ لکھا ہے:-

"فَاِنْ قُلْتَ كَيْفَ قَالَ الْمُرْسَلِيْنَ وَ اِنَّمَا هُوَ رَسُوْلٌ وَاحِدٌ وَكَذَالِكَ بَاقِي الْقِصَصِ قُلْتُ لِاَنَّ دِيْنَ الرُّسُلِ وَاحِدٌ وَاِنَّ الْاٰخِرَ مِنْهُمْ جَاءَ بِمَا جَاءَ بِهِ الْاَوَّلُ فَمَنْ كَذَّبَ وَاحِدًا مِنَ الْاَنْبِيَاءِ فَقَدْ كَذَّبَ جَمِيْعَهُمْ" (خازن جلد ۳ صفحہ ۳۳۵)

کہ اگر تم یہ سوال کرو کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کیوں فرمایا کہ نوحؑ کی قوم نے رسولوں کی تکذیب کی حالانکہ انہوں نے نوحؑ کو جھٹلایا تھا اور وہ ایک رسول تھا ایسا ہی قرآن مجید کے باقی نبیوں کے بیان میں بھی اسی طرح مذکور ہے تو میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ تمام نبیوں کا دین ایک ہی ہے' ان میں سے بعد میں آنے والا بھی وہی پیغام اور مشن لیکر آتا ہے جو پہلے کا تھا۔ پس نبیوں میں سے کسی ایک کو جھٹلانے والا درحقیقت جملہ نبیوں کا مکذّب قرار پاتا ہے۔"

یہ بات ایک واضح حقیقت ہے کہ جب سب نبی ایک ہی مشن لیکر آتے ہیں اور ہر ایک کی سچائی یکساں دلائل سے ثابت ہوتی ہے اور ہر ایک کی صداقت کے لئے آسمانی نشانات ظاہر ہوتے ہیں تو پھر آج کے نبی کی تکذیب کرنے والا اگر پہلے کسی نبی کے وقت میں پیدا ہوتا تو وہ یقیناً اس کی بھی تکذیب کرتا۔

کفر و اسلام کا اصل معاملہ تو اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھتا ہے' وہی دلوں کا جاننے والا

ہے۔ البتہ ظاہر کے لحاظ سے ماننے والے کو مومن کہیں گے اور نہ ماننے والے کو منکر نبی کی کو کافر نہیں بناتا۔ نبی کی مثال آفتاب کی ہوتی ہے جس کے طلوع سے خوبصورت اور بدصورت میں امتیاز ہو جاتا ہے مگر سورج کسی کو خوبصورت یا بدصورت نہیں بناتا۔ باقی رہا سزا اور جہنم کا معاملہ سو یہ اتمام حجت سے تعلق رکھتا ہے۔ جب تک کسی شخص پر اتمام حجت نہ ہو اس سے مواخذہ نہ ہوگا۔ اور اتمام حجت ہونے کا فیصلہ صرف اللہ تعالیٰ کر سکتا ہے جو دلوں کے سب راز جانتا ہے۔ اسلئے ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ ہر انکار کرنے والے پر اتمام حجت ہو چکی ہے اور وہ مستوجب سزا ہے۔

مولوی ثناءاللہ امرتسری کے چند اعتراضات کے جواب

مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اپنے رسالہ "تعلیمات مرزا" میں جو اعتراضات بڑے طمطراق سے شائع کئے تھے اور انہیں لاجواب قرار دیا تھا میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُن کے رسالہ کا مکمل جواب اپنی کتاب **تجلیات رحمانیہ** میں پورے بسط کے ساتھ دیا ہے جو ۱۹۳۱ء میں شائع ہو چکی ہے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ مولوی صاحب کے چند مایۂ ناز اعتراضات مع جوابات اس جگہ بھی اس سلسلہ میں درج کر دیئے جائیں۔ ان اعتراضات کا تعلق حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ سے ہے۔

(۱) مسیح موعودؑ اور غلبہ اسلام

مولوی ثناء اللہ صاحب نے براہین احمدیہ جلد ۴ صفحہ ۴۹۹ اور چشمہ معرفت صفحہ ۸۳ کے حوالہ سے دو عبارتیں نقل کی ہیں کہ مسیح موعود کے زمانہ میں اسلام کو غلبہ دیا جائے گا اور تمام قومیں گویا ایک ہی قوم کی طرح ہو جائیں گی۔ ان عبارتوں کے بعد آپ کے اعتراض کے الفاظ حسب ذیل ہیں:-

"ناظرین کیا ایسا ہو گیا کہ تمام اقوام دنیا اس مدعی مسیح موعود کے وقت میں ایک ہی قوم بن گئیں؟ فیصلہ با انصاف ناظرین کے ہاتھ میں ہے۔"

(تعلیمات مرزا صفحہ ۱۴)

الجواب فیصلہ بالکل آسان ہے "مسیح موعود کے زمانہ" میں وحدت مذہبی ہونی

مقدر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں سے مولوی صاحب نے یہی ثابت کیا ہے۔
اب حل طلب امر یہ ہے کہ "مسیح موعود کے وقت" سے کتنا عرصہ مراد ہے اور کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جن کی تحریر پر مولوی صاحب کے اعتراض کی بناء ہے اس غلبہ کیلئے کوئی مدت مقرر کی ہے؟ اس سوال کے جواب کے لئے مندرجہ ذیل حوالجات بغور ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) "مسیح موعود کا زمانہ اس حد تک ہے جس حد تک اس کے دیکھنے والے یا دیکھنے والوں کے دیکھنے والے یا پھر دیکھنے والوں کے دیکھنے والے دنیا میں پائے جائیں گے اور اس کی تعلیم پر قائم رہیں گے۔ غرض قرون ثلاثہ کا ہونا برعایت منہاج نبوت ضروری ہے۔" (تریاق القلوب طبع دوم ص۲)

(۲) "میں نہیں کہہ سکتا کہ پورے طور پر ترقی اسلام کی میری زندگی میں ہوگی یا میرے بعد میں۔ ہاں میں خیال کرتا ہوں کہ پوری ترقی دین کی کسی نبی کی عین حیات میں نہیں ہوئی بلکہ انبیاء کا یہ کام تھا کہ انہوں نے ترقی کا کسی قدر نمونہ دکھلایا اور پھر بعد ان کے ترقیاں ظہور میں آئیں جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے لئے اور ہر اسود و احمر کے لئے مبعوث ہوئے تھے مگر آپ کی حیات میں احمر یعنی یورپ کی قوم کو تو اسلام سے کچھ بھی حصہ نہ ملا۔ ایک بھی مسلمان نہیں ہوا اور جو اسود تھے ان میں سے صرف جزیرہ عرب میں اسلام پھیلا اور مکہ کی فتح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ سو میں خیال کرتا ہوں کہ میری نسبت بھی ایسا ہی ہوگا۔ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے بار بار یہ وحی ہو چکی ہے وَاِمَّا نُرِیَنَّکَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُھُمْ اَوْنَتَوَفَّیَنَّکَ۔ اس سے مجھے یہی امید ہے کہ کوئی حصہ کامیابی کا میری زندگی میں ظہور میں آئے گا۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۸۹ طبع ۱۹۲۲ء)

(۳) "خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ اُن (نبیوں) کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو دنیا میں وہ پھیلانا چاہتے ہیں اُس کی تخم ریزی انہی کے

ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اس کی پوری تکمیل اُنہی کے ہاتھ سے نہیں کرتا۔ بلکہ ایسے وقت میں اُن کو وفات دیکر جو بظاہر ایک ناکامی اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن و تشنیع کا موقعہ دیتا ہے۔ اور جب وہ ہنسی اور ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر نا تمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔" (الوصیت صٓ)

(۴) "یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہ اُترے گا۔ ہمارے سب مخالف جو اَب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی اُن میں سے عیسٰی بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہ دیکھے گا۔ اور پھر اُن کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور اُن میں سے بھی کوئی آدمی عیسٰے بن مریم کو آسمان سے اُترتا نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا اُن کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی مگر مریم کا بیٹا عیسٰے اب تک آسمان سے نہ اُترا۔ تب دانشمند یکدفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہ ہوگی کہ عیسٰے کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے کے لئے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔" (تذکرۃ الشہادتین صؔ)

ان عبارتوں سے واضح ہے کہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسیح موعود کے زمانہ میں جس وحدتِ قومی کا ذکر فرمایا ہے اور غلبۂ اسلام کے ظہور کا جو وقت بتایا ہے اس کے لئے حضورؑ نے خود ہی تین صدیاں مقرر کی ہیں لہذا اس سے قبل اس کی تکذیب

کرنا سراسر جہالت ہے۔

جماعت احمدیہ کی ترقی بتا رہی ہے کہ یقیناً تین صدیوں کے اندر اندر یہ تمام امور پورے طور پر ظہور پذیر ہو جائیں گے، انشاء اللہ تعالیٰ۔ اے کاش ہمارے مخالفوں کو روحانی طور پر اتنی ہی بصیرت مل جاتی جس سے وہ ظاہری دنیا میں بڑے سے چھوٹے سے بیج میں پتے، شاخیں اور تنے دیکھ سکتے ہیں تو وہ جماعت احمدیہ کے مستقبل کو دوربین آنکھ سے دیکھتے۔ آیت قرآنی اَوَلَا یَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُھَا مِنْ اَطْرَافِھَا اَفَھُمُ الْغٰلِبُوْنَ ہمارے دعویٰ پر شاہد ناطق ہے۔

(۱۲) مسیح موعود اور اونٹ

قرآن مجید اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری زمانہ میں مسیح موعود کے وقت میں نئی نئی سواریوں کی وجہ سے اونٹوں کی قدر نہ رہے گی اور ان سے سعی (تیز دوڑانے) کی خدمت نہ لی جایا کرے گی کیونکہ اونٹ سے تیز رفتار سواریاں نکل آئیں گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس واقعہ کو متعدد مقامات پر ذکر فرمایا ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب شہادۃ القرآن اور اعجاز احمدی کی دو عبارتیں نقل کر کے لکھتے ہیں :-

"احمدی دوستو! کیا مکہ مدینہ کے درمیان مرزا صاحب کی زندگی میں یا بعد ان کے ریل جاری ہوئی؟ کیا راجپوتانہ، بلوچستان، مارواڑ، سندھ، عرب، مصر اور سوڈان وغیرہ ممالک میں اونٹ بیکار ہو گئے؟" (تعلیمات ص۱۹)

الجواب۔ احادیث نبویہ میں کسی خاص ملک کا نام نہیں آیا بلکہ عام پیشگوئی ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اس پیشگوئی کو مطلق ہی قرار دیا ہے۔ کسی ملک سے مخصوص نہیں فرمایا۔ ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں کہ :-

(۱) "قرآن شریف اور احادیث اور پہلی کتابوں میں لکھا تھا کہ اس کے زمانہ میں ایک نئی سواری پیدا ہو گی جو آگ سے چلے گی اور انہی دنوں میں اونٹ بیکار ہو جائیں گے۔ اور یہ آخری حصہ کی حدیث صحیح مسلم میں بھی موجود ہے۔ سو وہ سواری ریل ہے جو پیدا ہو گئی۔" (تذکرۃ الشہادتین ص۲۲)

(۲) "اسی طرح ایک نئی سواری جس کی طرف قرآن شریف اور حدیثوں میں اشارہ تھا وہ بھی ظہور میں آ گئی۔ یعنی سواری ریل جو اونٹوں کے قائم مقام ہو گئی"۔

(ضمیمہ براہین پنجم ص۱۰۲)

اِن اقتباسات سے ظاہر ہے کہ مطلق اونٹوں کی بیکاری کی پیشگوئی تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مطلق طور پر ہی اس کا پورا ہونا مراد لیا ہے۔

لہٰذا مولوی صاحب کا مخصوص ملک کے متعلق استفسار در حقیقت پیشگوئی کی حقیقت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارات سے ناواقفیت کی بنا پر ہے۔

مَیں سمجھتا ہوں کہ عام طور پر غیر احمدیوں کے ذہن میں یہ خیال پیدا کیا گیا ہے کہ مسیح موعودؑ کے وقت اونٹ کلیۃً بیکار اور رائیگاں ہو جائیں گے۔ حالانکہ یہ مفہوم صریح طور پر آیات قرآنیہ خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعاً اور رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً کے برخلاف ہے۔ اونٹ خدا کی ایک مخلوق ہے اور بہرحال ایک کار آمد چیز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب لَيُتْرَكَنَّ الْقِلَاصُ فرمایا تو اس کا مطلب بکلّی متروک ہونا نہیں تھا۔ چنانچہ اسی لئے حضور علیہ السلام نے اس کے ساتھ ہی فَلَا يُسْعٰى عَلَيْهَا فرما کر اِس ترک کی تشریح فرما دی کہ تیز رفتاری میں متروک ہو گا۔ چنانچہ اب دیکھ لو کہ تیز رفتاری کے لئے اونٹ استعمال نہیں ہوتے بلکہ جہاں تیز رفتاری منظور ہوتی ہے وہاں پر سائیکل، موٹر سائیکل، موٹر کاریں، ریل اور ہوائی جہازوں وغیرہ کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اونٹوں کا استعمال جہاں بھی ہے قریباً باربرداری کے لئے رہ گیا ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی نمایاں طور پر پوری ہو گئی۔ مکہ اور مدینہ میں بھی بکثرت موٹریں اور بسیں جاری ہیں۔ عام طور پر حاجی موٹروں پر سفر کرتے ہیں۔ راجپوتانہ، بلوچستان، مارواڑ اور سندھ وغیرہ میں بھی تیز رفتاری کے لئے ریل یا موٹر ہی مستعمل ہوتی ہے۔ بلکہ ان علاقوں میں اکثر باربرداری بھی ریلوں کے ذریعہ ہی ہوتی ہے۔ ہاں اونٹوں کی نسل کا موجود رہنا اور ان سے بھی باربرداری کا کام لینا نہ پیشگوئی کے خلاف ہے اور نہ ہی اس بنا پر اعتراض ہو سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جائے ظہور ہندوستان ہے اسلیئے اس پیشگوئی کا ظہور بھی پہلے وہاں سے دیکھنا چاہیئے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ دنیا کی مسافت کا بیشتر اور اکثر حصہ اونٹوں کے بغیر طے ہوتا ہے اور تیز رفتاری میں تو اونٹ بالکل متروک ہو چکے ہیں حتیٰ کہ اب مشہور بادیۃ الشام بھی موٹروں کے ذریعہ ہی عبور کیا جاتا ہے۔ عراق، شام، فلسطین اور دیگر بلاد عربیہ میں بھی ریل اور موٹر کا رواج غالب ہو چکا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر خواجہ عبدالرشید صاحب اپنے سفرنامہ "پاکستانی مسافر یورپ میں" کے زیرِ عنوان لکھتے ہیں :-

"پھر اس پر بھی غور فرمائیے وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۔ یہ قیمتی اور گابھن اونٹنی یعنی قیمتی اونٹ جو بہت کارآمد ہے معطل ہو جائیگی، ہوتی جارہی ہے کہ نہیں۔ اب کہاں وہ حاجیوں کے قافلے جو قطار اندر قطار جدہ سے چل کر کٹھن منزلوں کے بعد مکہ اور مدینہ پہنچتے تھے۔ اب تو ریگستانِ عرب میں قیمتی سے قیمتی موٹر چلتا ہے۔ عنقریب آپ دیکھ لیں گے کہ اونٹ کی افادیت ختم ہو جائیگی یہ جانور بھی ریگستانوں میں نایاب ہو جائیگا۔ یہ حالات ہیں جو قیامت کے قریب ظاہر ہو رہے ہیں۔" (صدق جدید لکھنؤ ۱۴ ستمبر ۱۹۶۲ء)

کیا اب بھی کوئی خدا ترس شخص کہہ سکتا ہے کہ مسیح موعودؑ کا زمانہ نہیں آیا اور اونٹوں سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری نہیں ہوتی ؟

(۱۳) مکہ مدینہ کے درمیان ریل اور مولوی صاحب کی خیانت

اگرچہ مولوی صاحب نے اپنی کتاب تعلیمات میں وعدہ کیا تھا کہ ہم ان (حضرت مسیح موعودؑ کے حوالہ جات کو۔ ناقل) کو بلا تاویل و تحریف اصلی صورت میں پیش کرتے ہیں۔" (صفحہ ۱۶) مگر افسوس کہ انہوں نے خاص وعدہ کے باوجود اہلحدیثوں کے "خصوصی عیب" سے اجتناب اختیار نہیں کیا۔ چنانچہ جہاں مولوی صاحب نے اعجاز احمدی کی عبارت درج کی ہے وہاں لکھتے ہیں :-

"یہاں تک کہ عرب و عجم کے ایڈیٹران اخبار اور جرائد والے اپنے پرچوں میں بول اٹھے کہ مدینہ اور مکہ کے درمیان جو ریل تیار ہو رہی ہے یہی اس پیشگوئی کا ظہور ہے۔" (تعلیمات صفحہ ۱۹)

حالانکہ اعجاز احمدی کی عبارت میں الفاظ "ریل تیار ہو رہی ہے" ہیں۔

یاد رہے کہ یہ ایڈیٹران اخبار کا مقولہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نقل کیا ہے اور اس وقت ریل تیار بھی ہو رہی تھی اسلیئے اس کی بنا پر حضرتؑ پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ ہاں خدا تعالیٰ نے ریل کے علاوہ تک موٹریں جاری کر دی ہیں۔ انّ فی ذالک لعبرۃ لمن کان لہ قلبٌ او القی السمع وھو شھید۔

(۱۴) مسیح موعود اور حج

مولوی ثناء اللہ صاحب نے ازالہ اوہام اور ایام الصلح کی عبارتیں نقل کرنے کے بعد اپنا اعتراض بایں الفاظ درج کیا ہے:۔

"صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ مسیح موعود حج کرے گا۔ مرزا صاحب اس کو تسلیم کرتے ہیں مرزا صاحب نے حج نہیں کیا حالانکہ مسیح موعود کو حج کرنا لازمی ہے جیسا کہ ان کو خود تسلیم ہے" (تعلیمات صلا)

الجواب۔ حضرت مسیح موعودؑ کی عبارتیں بتا رہی ہیں کہ مسیح موعود کا حج کرنا ایک کشفی واقعہ تھا۔ چنانچہ ایام الصلح کی عبارت نہایت واضح ہے۔ ازالہ اوہام کی عبارت میں بھی طوافِ کعبہ کو رؤیا بتایا گیا ہے۔ ازالہ اوہام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود مسلم شریف اور بخاری شریف کی حدیث نقل کر کے لکھتے ہیں:۔

"اس حدیث میں جو متفق علیہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے مسیح ابن مریم کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا۔ اس بیان سے یہ لازم آتا ہے کہ مسیح ابن مریم اور مسیح دجال کا مدعا و مقصد ایک ہی ہو اور وہ دونوں صراطِ مستقیم پر چلنے والے اور اسلام کے سچے تابع ہوں۔ حالانکہ دوسری حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دجّال خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ پھر اس کو خانہ کعبہ کے طواف سے کیا کام ہے؟ اس کا علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ ایسے الفاظ وکلمات کو ظاہر پر حمل کرنا بڑی غلطی ہے۔ یہ تو درحقیقت مکاشفات اور خوابوں کے پیرایہ میں بیانات ہیں جن کی تعبیر و تاویل کرنی چاہیئے جیسا کہ عام طور پر خوابوں کی تعبیر کی جاتی ہے۔ سو اس کی تعبیر

یہ ہے کہ طواف لغت میں گرد گھومنے کو کہتے ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے نزول کے وقت میں اشاعتِ دین کے کام کے گرد پھریں گے اور اس کا انجام پذیر ہو جانا چاہیں گے ایسا ہی مسیح دجال بھی اپنے ظہور کے وقت اپنے فتنہ اندازی کے کام کے گرد پھریگا اور اس کا انجام پذیر ہو جانا چاہے گا۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۸۰-۸۲ طبع سوم)

اِس اقتباس سے عیاں ہے کہ احادیث میں جہاں مسیح موعود کے طواف خانہ کعبہ کا ذکر ہے اس سے مراد اشاعتِ دین ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی یہی مراد لی ہے۔ لہذا مولوی ثناء اللہ صاحب یا کسی اور کا ہرگز یہ حق نہیں کہ ان عبارتوں کی بناء پر ظاہری حج نہ کرنے کی وجہ سے اعتراض کرے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو حج مسیح موعود کیلئے مسلّم ہے اس کی تشریح اوپر ہو چکی ہے اور یہ حج (اشاعتِ دینِ حنیف) ایسے بے نظیر طریق پر حضرت کو میسّر آیا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے بھی لکھا ہے :۔

"ہماری رائے میں یہ کتاب (براہین احمدیہ) اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے کہ جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی۔ ...... اور اس کا مؤلف (حضرت مسیح موعودؑ۔ ناقل) اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا جس کی نظیر پہلے زمانے میں بہت ہی کم پائی گئی۔" (اشاعۃ السنہ جلد ۷ نمبر ۶-۹)

لہذا مولوی ثناء اللہ صاحب کا اعتراض باطل ہے۔

مسیح موعود کے طوافِ کعبہ کی یہ تاویل کہ وہ خدمتِ اسلام کرے گا علماء کے درمیان ایک مشہور اور مسلّم تعبیر ہے۔ لکھا ہے :۔

"یہاں ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ دجال کافر ہے اس کو طواف سے کیا کام؟ جواب اس کا یہ دیا ہے علماء نے۔ کہ ایک روز ہوگا عیسیٰ گرد دین کے پھریں گے واسطے قائم کرنے دین کے، اور درستی کرنے خلل و فساد کے۔ اور دجال بھی پھرے گا گرد دین کے بقصد خلل اور فساد ڈالنے کے دین میں، کذا قال

الطیبی" (مظاہر حق شرح مشکوٰۃ جلد ۴ صـ۲۷۲)

نوٹ:- یہی مضمون بعینہٖ مندرجہ ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔(۱) مجمع البحار جلد ۲ صـ۲۲۱ (۲) مشکوٰۃ مطبع مجتبائی صـ۴۷۶ حاشیہ (۳) مرقاۃ جلد ۵ صـ۲۰۹۔

الغرض جملہ اُمتِ محمدیہ اور خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسیح موعود کے طواف خانہ کعبہ کے جو معنے کئے ہیں اُن کی رُو سے کوئی اعتراض پیدا نہیں ہو سکتا۔ فاندفع الاشکال۔

حج کے شرائط

مولوی صاحب کے پیش کردہ اعتراض کا اصل جواب دینے کے بعد ہم یہ بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ اِس امر کی وضاحت کریں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حج نہ کرنے سے آپ پر کوئی الزام نہیں آتا کیونکہ حج ازروئے شریعتِ اسلامی اُن فرائض میں سے ہے جو مخصوص شرائط کی موجودگی میں واجب ہوتے ہیں۔ جیسے زکوٰۃ ہے۔ یہ دونوں (حج اور زکوٰۃ) اسلام کے ارکانِ خمسہ میں سے ہیں مگر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بھر کبھی زکوٰۃ ادا نہیں فرمائی کیونکہ حضور کے پاس کبھی مال سال بھر جمع ہوا نہیں رہا تا زکوٰۃ فرض ہو۔ اسی طرح حج کے لئے بھی شرائط ہیں۔ قرآن مجید نے مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا فرمایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر میں سواری اور زادِ راہ کا ذکر فرمایا ہے اور بعض بزرگوں نے صحت کو بھی لازمی شرط قرار دیا ہے۔ (تفسیر ابوسعود زیر آیت ہذہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے موقعہ پر عملاً بتایا ہے کہ امنِ راہ بھی شرط ہے[1]۔ ان شرائط کے فقدان کی صورت میں حج فرض نہیں ہوتا۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر امنِ راہ نہ ہونے، صحت کی کمزوری کے باعث نیز زادِ راہ نقد جمع نہ ہونے کی وجہ سے حج فرض نہ تھا۔ لہٰذا آپ کا حج نہ کرنا موردِ اعتراض نہیں۔ ہاں آپ کی طرف سے تطوعاً حافظ احمد اللہ صاحب مرحوم کے ذریعہ سے حج کروایا گیا تھا۔

---

[1] یہ شرط اہلحدیث کو بھی مسلّم ہے (دیکھو اخبار اہلحدیث امرتسر ۱۶ جون ۱۹۲۱ء صفحہ ۹۔ اہلِ علم اس شرط کو قرآن مجید سے استنباط کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو ترمذی ابواب الرضاع جلد ۱ صـ۱۳۹۔ ابوالعطاء)

فج الروحاء اس موقعہ پر ممکن ہے کہ مخالف لوگ وہ حدیث پیش کریں جس کے الفاظ ہیں۔ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَیُهِلَّنَّ ابْنُ مَرْیَمَ بِفَجِّ الرَّوْحَاءِ (مسلم) اور کہیں کہ اس سے ثابت ہے کہ مسیح موعود ضرور حج کرے گا۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو فج الروحاء میقات ہیں لَیْسَ بِمِیْقَاتٍ (اکمال شرح مسلم جلد ۳ صفحہ ۲۹۵) مسیح اس جگہ سے کس طرح احرام باندھے گا۔ کیا وہ نئی شریعت قائم کرے گا؟ دوسرے درحقیقت یہ اس کشف کا ذکر ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وادیٔ فج الروحاء میں مسیح بن مریم کو تلبیہ کہتے سُنا جیسا کہ مسلم شریف کی دوسری حدیث میں ہے کہ وادیٔ الازرق میں آنحضور علیہ السلام نے حضرت موسیٰؑ کو لبیک لبیک کہتے سُنا اور وادیٔ ہرشیٰ میں حضرت یونسؑ کو سُرخ اونٹنی پر تلبیہ کہتے اور حج کے لئے جاتے دیکھا (مشکوٰۃ صفحہ ۵۰۱۔ مسلم کتاب الحج) گویا اسی طرح حضورؐ نے فج الروحاء میں مسیحؑ کو لبیک لبیک کہتے سُنا۔ یہ زمانۂ ماضی کا ایک کشفی واقعہ ہے آئندہ آنے والے مسیح موعود سے اس حدیث کا کوئی تعلق نہیں۔ لَیُهِلَّنَّ میں نونِ تاکید کے ذریعہ اس وقت کے واقعہ کو بیان کیا ہے جیسا کہ آیت وَاِنَّ مِنْکُمْ لَمَنْ لَّیُبَطِّئَنَّ اور وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا میں ہے

ہمارے اس بیان کی تصدیق حضرت ابو موسیٰ کی اس حدیث سے بھی ہو جاتی ہے جس میں لکھا ہے:۔ قَالَ اَبُوْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ مَرَّ بِالصَّخْرَۃِ مِنَ الرَّوْحَاءِ سَبْعُوْنَ نَبِیًّا حُفَاۃً عَلَیْھِمُ الْعَبَاءُ یَؤُمُّوْنَ الْبَیْتَ الْعَتِیْقَ۔ یعنی ابو موسیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ وادی الروحاء میں سے ستر نبی ننگے پاؤں چادریں اوڑھے گزرے جو کہ بیت اللہ کا قصد (بنیتِ حج) رکھتے تھے۔" (شرح التعرف صفحہ قلمی)

معلوم ہوتا ہے ان میں سے ایک مسیح بن مریم بھی تھے یا ان کو کبھی علیحدہ اُس جگہ سے تلبیہ کہتے سُنا ہے اور اس کا حضورؐ نے ذکر فرمایا ہے۔ جب اس حدیث کا مسیح موعود علیہ السلام کے حج سے کوئی تعلق ہی نہیں تو اس کے ذریعہ سے حضرت اقدس پر اعتراض کرنا بھی غلطی ہے

(۱۵) ذُرِّیَّۃُ البَغَایَا کا جواب

عام مولوی صاحبان بھی یہ اعتراض دُہراتے رہتے ہیں اور مولوی ثناء اللہ

صاحب نے بھی اس پر خاص زور دیا ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی ان کتابوں کے ضمن میں جو حضور نے اسلام کے دفاع میں تحریر فرمائی ہیں اور جن میں عیسائیوں کو جوابات دیئے ہیں لکھا ہے ۔ کُلُّ مُسْلِمٍ یَقْبَلُنِیْ وَیُصَدِّقُ دَعْوَتِیْ اِلَّا ذُرِّیَّةُ الْبَغَایَا (آئینہ کمالاتِ اسلام ص۵۴۷) کہ تمام حقیقی مسلمان مجھے قبول کریں گے اور میری دعوت کی تصدیق کریں گے سوائے سرکش اور متمرد لوگوں کے ۔

مولوی ثناء اللہ صاحب عربی فقرہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ :-

"نتیجہ صاف ہے کہ نہ ماننے والوں کی مائیں زانیہ ہیں اور وہ زنازادے"

(تعلیمات ص۲۸)

الجواب ۔ ذرّیۃ البغایا کے معنے بدکار اور سرکش لوگ ہیں ۔ اس کا لفظی ترجمہ کرنا یعنی اسے مرکب کی بجائے الگ الگ کر کے منکرین کی ماؤں کو زانیہ قرار دینا غلطی ہے جیسا کہ "ابن السبیل" کے معنے کرنا 'راستے کا بیٹا' اور پھر اس سے استدلال کرنا کہ ہر "ابن السبیل" اپنے باپ کا نہیں بلکہ راستے کا بیٹا ہے' گویا ولد الزنا ہے غلط ہے ۔ یہ زبان کا ایک محاورہ ہے کہ ابن السبیل کے معنی مسافر' ابن الوقت کے معنے مکار' ابن الدینار کے معنی لالچی' اور ذرّیۃ البغایا کے معنے سرکش کے ہیں ۔ چنانچہ اسی مفہوم کے لحاظ سے حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے مخالفوں کو "افعی کے بچو" اور "اپنے باپ ابلیس سے ہو" کہا ہے ۔ پس حقیقت یہ ہے کہ مولوی صاحب نے لفظ "ذرّیۃ البغایا" کے از خود یہ معنے کر کے کہ "نہ ماننے والوں کی مائیں زانیہ ہیں" خود گالی دی ہے ۔ اصل میں "بغایا" کا لفظ بُغْیٌ مصدر سے بنا ہے جس کے معنے ہیں :-

"حاکم وقت' بادشاہ وقت' سردار قبیلہ وغیرہ کی نافرمانی' سرکشی" (اہلحدیث ۲۶ جولائی ۱۹۱۲ء ص۱۰)

لہ مولوی ثناء اللہ صاحب کو اپنی کنیت ابوالوفاء پر بھی غور کرنا چاہیئے ۔ کیا وفا انکے بیٹے کا نام ہے ؟ جب نہیں تو اس جگہ لفظی ترجمہ نہیں ہوگا بامحاورہ ترجمہ کیا جائیگا ۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے چار بیٹے عطاء الرحمٰن طاہر' عطاء الکریم شاہد' عطاء الرحیم حامد اور عطاء المجیب راشد موجود ہیں اسلئے میرا نام ابوالعطاء تو حقیقی ہے مگر مولوی ثناء اللہ صاحب اپنی کنیت ابوالوفاء کو حقیقت پر محمول نہیں کر سکتے تھے ۔ (مؤلف)

الجواب۲ ۔ عربی محاورہ کے رُو سے "ذریۃ البغایا" کے ایک معنے حیوانات لاتعقل بھی ہو سکتے ہیں جیسا کہ شاعر کہتا ہے ع اَنَا سُہَیْلٌ طَلَعْتُ بِمَوْتِ اَوْلَادِ الزِّنَاءِ۔ شارحین نے اولاد الزنا کے معنے حیوانات ہی کئے ہیں۔ (حماسہ مجتبائی) حضرت اقدسؑ نے ذریۃ البغایا کے بعد "اَلَّذِیْنَ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ فَھُمْ لَا یَقْبَلُوْنَ" کے الفاظ میں ان معنوں کی تشریح بھی فرمادی ہے۔

الجواب۳ ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس کلام کے مخاطب خاص مکذبین معاندین ہیں جو اپنی شرارت اور خباثت میں حد سے بڑھ گئے تھے۔ اور اس عبارت میں استثناء منقطع ہے۔ یعنی "ذریۃ البغایا" لفظ مسلم کے ماتحت افراد نہیں بلکہ مطلب عبارت یوں ہے کہ خدا کے فرمانبردار بندے تو مجھے مانتے ہیں ہاں جو لوگ سرکش ہیں وہ مخالف ہیں۔ خواہ وہ عیسائی ہوں یا آریہ ہوں یا برائے نام مسلمان۔ استثناء منقطع کی مثال عام کتب میں جَاءَ الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا بیان کی جاتی ہے۔

الجواب۴ ۔ فقرہ کل مُسلم یقبلنی ویصدق دعوتی اِلّا ذریۃ البغایا" مستقبل بعید کے متعلق ایک پیشگوئی ہے۔ یعنی قرون ثلاثہ (تذکرۃ الشہادتین کی پیشگوئی) کے اندر اندر سب لوگ داخلِ اسلام ہو جائیں گے بجز بعض گندہ طبع لوگوں کے۔ کتاب چشمہ معرفت میں حضرتؑ نے اسی مفہوم کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ سب قومیں ایک ہی مذہب (اسلام) پر ہو جائیں گی سوائے ان گندے لوگوں کے جو چوہڑے اور چماروں کی طرح رہ جائیں گے۔ گویا اس عبارت میں آئندہ زمانہ کی ترقیات کا ذکر کیا گیا ہے نہ یہ کہ موجودہ زمانے والوں کو ولد الزنا قرار دیا ہے۔ ہمارے اس بیان کی تشریح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ ذیل دو فقروں سے بھی ہو جاتی ہے۔ فرمایا:۔

(الف) "اس مختصر فقرہ (یَا اٰدَمُ) میں یہ پیشگوئی پوشیدہ ہے کہ جیسا کہ آدم کی نسل تمام دنیا میں پھیل گئی ایسا ہی میری یہ روحانی نسل اور نیز ظاہری نسل بھی تمام دنیا میں پھیلے گی۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹۶)

(ب) "ہر ایک جو سعید ہوگا وہ مجھ سے محبت کرے گا اور تیری طرف کھینچا جائیگا۔" (براہین احمدیہ پنجم صفحہ ۸۲)

اور یہ اسی قسم کی پیشگوئی ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کے بعد آنیوالے وقت کا نقشہ ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے :۔

"بَیْنَمَا هُمْ کَذٰلِكَ اِذْ بَعَثَ اللّٰهُ رِیْحاً فَقَبَضَتْ رُوْحَ کُلِّ مُؤْمِنٍ وَیَبْقٰی سَائِرُ النَّاسِ یَتَهَارَجُوْنَ کَمَا یَتَهَارَجُ الْحُمُرُ فَعَلَیْهِمْ تَقُوْمُ السَّاعَةُ" (ترمذی ابواب الفتن جلد ۲ صفحہ ۴۷)

"لوگ اسی حالت میں ہوں گے کہ خدا تعالیٰ ایک ہوا بھیجے گا جو تمام مومنوں کی روحیں قبض کرلے گی اور باقی لوگ شہوات میں مبتلا ہو جائیں گے جیسے کہ گدھے ہوتے ہیں ان پر قیامت آئیگی"

الغرض ان چاروں جوابات کے ماتحت مولوی صاحب کا مفہوم غلط اور اعتراض باطل ہے ۔

قرآن مجید اور اناجیل کے بظاہر سخت الفاظ

ہم انجیل اور قرآن مجید کے بعض بظاہر سخت الفاظ نقل کرتے ہیں تا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراض کرنے والے پہلے ان انبیاء کرام پر بھی فتویٰ صادر نہ کریں۔ اناجیل میں حضرت مسیحؑ نے اپنے مخاطبین کو جن ناموں[1] سے یاد فرمایا ہے ان میں سے بعض یہ ہیں :۔

(۱) تم بڑے گمراہ ہو۔ مرقس ۱۲/۲۷ ÷ (۲) اے بدکارو!۔ لوقا ۱۳/۲۷ ÷ (۳) اے نادانو! لوقا ۲۴/۲۵ ÷ (۴) اے ریاکار فقیہو! اور فریسیو!۔ متی ۲۳/۱۳ ÷ (۵) اے اندھے راہ بتانے والو!۔ متی ۲۳/۱۶ ÷ (۶) اے احمقو! اور اندھو!۔ متی ۲۳/۱۷ ÷ (۷) اے ملعونو!۔ متی ۲۵/۴۱ ÷ (۸) اے شیطان۔ متی ۱۶/۲۳ ÷ (۹) اے سانپ کے بچو۔ متی ۱۲/۳۴ ÷ (۱۰) بُرے اور زناکار لوگ۔ متی ۱۲/۳۹ ÷ (۱۱) اے سانپو! اے افعی کے بچو!۔ متی ۲۳/۳۳ ÷ (۱۲) تم اپنے باپ ابلیس سے ہو۔ یوحنا ۸/۴۴ ÷ (۱۳) جا کر اس لومڑی (ہیرودیس) سے کہدو۔ لوقا ۱۳/۳۲ ÷ (۱۴) کُتّے اور سُؤر۔ متی ۱۵/۲۶ و ۷/۶ ÷

---

[1] عیسائیوں کو یہ نام خصوصیت سے مدنظر رکھ کر تہذیب کا معیار قائم کرکے اعتراض کرنا چاہیئے۔ (ابوالعطاء)

قرآن مجید میں مکذّبین، منافقین اور یہود وغیرہ کے لئے حسب ذیل الفاظ بھی مذکور ہیں:۔

(۱) القردۃ ۔ بندر (مائدہ ع۹) ؛ (۲) الخنازیر ۔ سؤر (مائدہ ع۹) ؛ (۳) حمر گدھے (المدثر ع۲) ؛ (۴) شرّ الدواب ۔ حیوانات سے بدتر (انفال ع۶) ؛ (۵) صُمٌّ بُکمٌ عُمیٌ ۔ بہرے، گونگے اور اندھے (بقرہ ع۲) ؛ (۶) مھین ۔ ذلیل (القلم ع۱) ؛ (۷) ھمّاز ۔ نکتہ چین (القلم ع۱) ؛ (۸) مشّاءٍ بنمیم ۔ چغلخور (القلم ع۱) ؛ (۹) منّاعٍ للخیر بھلائی سے روکنے والے (القلم ع۱) ؛ (۱۰) معتدٍ ۔ حد سے بڑھنے والا (القلم ع۱) ؛ (۱۱) اثیم فاسق و فاجر (القلم ع۱) ؛ (۱۲) عتلّ ۔ سرکش (القلم ع۱) ؛ (۱۳) زنیم ۔ ولد الزنا (القلم ع۱) ؛ (۱۴) نجسٌ ۔ ناپاک (توبہ ع۴) ؛ (۱۵) رجسٌ ۔ گند مجسّم (توبہ ع۱۲) ؛ (۱۶) شرّ البریّۃ ۔ سب مخلوق سے بدتر (البیّنۃ) ؛

ہمارے مخالفین کا فرض ہے کہ ان برمحل نازل شدہ الفاظ کو پڑھ کر قرآن مجید کا صحیح اخلاقی معیار سمجھ لیں ۔ اور سوچیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بعض برمحل الفاظ استعمال کرنا کیونکر قابلِ اعتراض ہو سکتا ہے ؟

(۱۶) "بدذات فرقہ مولویاں" کا جواب

اعتراض ۔ مولوی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب :۔

"اپنے منکرین علماء اسلام چھوٹے اور بڑے سب کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں ۔ اے بدذات فرقہ مولویاں، اے یہودی خصلت مولویو!" (تعلیمات مرزا ص۲۹)

اس اعتراض کا اصولی جواب اُوپر گزر چکا ہے ۔ نیز معترض پٹیالوی کے جواب میں بھی ہم اس کا جواب لکھ چکے ہیں ۔ اب کچھ مزید عرض ہے ۔

الجوابُ الاوّل ۔ مسیح ناصری اور مسیح محمدی میں عجیب مماثلت

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح ناصریؑ کے وقت کے یہودی علماء بھی انتہائی فتنہ پرداز تھے ۔ اسی لئے حضرت مسیحؑ کو ان کے حق میں کہنا پڑا کہ :۔

" اے ریاکار فقیہو اور فریسیو! تم پر افسوس ہے کہ تم سفیدی پھری ہوئی قبروں

کی مانند ہو جو اوپر سے خوبصورت دکھائی دیتی ہیں مگر اندر مُردوں کی ہڈیوں
اور ہر طرح کی نجاست سے بھری ہوئی ہیں۔" (متی ۲۳/۲۷)

اور جب حضرت مسیح محمدی کے وقت کے علماءِ سُوء بھی حدیثِ نبوی عُلَمَاءُهُمْ شَرٌّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَاءِ کے مصداق بن چکے تو آپ نے حضرت مسیح ناصری کے طریق پر ان علماءِ سُوء سے کہا کر:۔

"اے بدذات فرقۂ مولویاں تم کب تک حق کو چھپاؤ گے؟ کب وہ وقت آئے گا کہ تم یہودیانہ خصلت کو چھوڑو گے۔ اے ظالم مولویو! تم پر افسوس کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا وہی عوام کالانعام کو بھی پلایا۔" (انجام آتھم ص۲۱)

پس علماءِ سُوء سے آپ کا یہ خطاب تو مسیح ناصریؑ سے مماثلت کی وجہ سے دلیلِ صداقت ہے

الجواب الثانی

مولوی ثناء اللہ صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ:۔

"یہ سچ ہے کہ مرزا کے مخالفوں نے بھی مرزا صاحب کے حق میں سخت وسست الفاظ لکھے۔ مگر ان کا ایسا لکھنا مرزا صاحب کے لکھنے کو جائز نہیں کر سکتا۔ اسلئے کہ مرزا صاحب منجانب اللہ مصلح بن کر آئے تھے اور لوگوں کی یہ حیثیت نہیں۔ بیمار کی ریس طبیب کرے تو طبیب نہیں۔" (تعلیمات ص۳۱)

مَیں سمجھتا ہوں مشہور ضرب المثل "اَلْكَذُوْبُ قَدْ يَصْدُقُ" کی تصدیق کے لئے مولوی صاحب نے اِن الفاظ میں واقعات کے لحاظ سے سچی شہادت ادا کی ہے۔ یعنی اعتراف کرلیا ہے کہ "سخت وسست الفاظ" کہنے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخالفوں نے ابتداء کی اور حضرتؑ نے بعد میں بعض سخت الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔

ہاں مولوی صاحب کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کا ایسا کرنا بھی جائز نہ تھا کیونکہ وہ طبیب تھے اور لوگ بیمار۔ حالانکہ یہی مثال ہماری تائید کرتی ہے کیونکہ طبیب کا جس طرح سے یہ فرض ہے کہ مناسب دواؤں سے علاج کرے ویسے ہی اس کا یہ بھی فرض ہے کہ مناسب موقعہ اپریشن

بھی کرے۔ اگر کوئی مریض خطرناک مرض میں مبتلا ہو اور پھر ناصح طبیب کی بات پر کان دھرنے کی بجائے اسے گالیاں دے اور بدپرہیزی میں بڑھتا جائے تو طبیب کا فرض ہے کہ اس کو بدپرہیزی کے آنے والے خطرات سے کھلے الفاظ میں آگاہ کر دے۔ پس اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایسا کیا تو اس میں قابلِ اعتراض کونسی بات ہے؟

الجواب الثالث

یہ بھی محض غلط ہے کہ مندرجہ بالا الفاظ سب علماء کے لئے ہیں، کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود تحریر فرمایا ہے:۔

(الف) "ایسے لوگ جو مولوی کہلاتے ہیں انصارِ دین کے دشمن اور یہودیوں کے قدموں پر چل رہے ہیں مگر ہمارا یہ قول کلی نہیں ہے۔ راستباز علماء اس سے باہر ہیں۔ صرف خائن مولویوں کی نسبت یہ لکھا گیا ہے۔"

(اشتہار ۱۲ دسمبر ۱۸۹۲ء)

(ب) "لَیْسَ کَلَامُنَا ھٰذَا فِی اَخْیَارِھِمْ بَلْ فِیْ اَشْرَارِھِمْ۔"

یعنی ہمارا یہ کلام شریر علماء کے متعلق ہے، نیک علماء مستثنیٰ ہیں۔" (الہدیٰ صفحہ ۶)

اصل بات یہ ہے کہ یہ الفاظ اُس گروہ کے حق میں ہیں جن کے متعلق حضرت مجدد سرہندیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"علمائے کہ باین مبتلا اند و بہ محبتِ این دنیا گرفتار از علماء دنیا اند۔ ایشانند علماء سوء و شرار مردم و لصوص دین۔ وحالانکہ ازایشان خودرا مقتدائے دین میدانند و بہترین خلائق مے انگارند ویحسبون انھم علیٰ شیءٍ اَلا انھم ھم الکاذبون استحوذ علیھم الشیطان۔ الآیۃ۔ عزیزے شیطان لعین را دید کہ فارغ نشستہ است وازتضلیل و اغواء خاطر جمع ساختہ۔ آنعزیز آنرا پرسید لعین گفت کہ علماء سوء ایں وقت دریں کار بامن مدد عظیم کردند۔ ومرا ازیں ہم فارغ ساختند۔ والحق دریں زمان ہر سستی وخلاف ہدایتے کہ در امورِ شرعیہ واقع شدہ است وہر فتورے کہ در ترویج ملت ودین ظاہر گشتہ است ہمہ از شومیٔ علماء سوء

است"۔ (مکتوبات امام ربانی مطبوعہ دہلی ۱۲۸۸ھ مکتوب ۳۳ ص ۴۷)

پھر ان علماء کے متعلق خود اخبار اہلحدیث امرتسر لکھتا ہے:۔

"مشکوٰۃ ص ۳۸ میں حضرت علیؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا نام رہ جائے گا اور قرآن کا رسم خط۔ اس وقت کے مولوی آسمان کے تلے بدترین مخلوق ہوں گے۔ سارا فتنہ وفساد انہی کی وجہ سے ہوگا۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آجکل وہی زمانہ آگیا ہے۔"

(۲۵ر اپریل ۱۹۳۰ء ص ۵ کالم اول)

ہمارا یقین ہے کہ ان تصریحات کے بعد مولوی ثناء اللہ صاحب کو مجال انکار نہ ہوگی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایسے مولویوں کو "بدذات" قرار دینا بالکل ضروری اور سنت صلحاء کی پابندی تھی۔

(۱۷) خنازیر الفلا کا جواب

مولوی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں:۔

"مرزا صاحب اپنے مخالفوں پر ناراضگی کا اظہار ان لفظوں میں فرماتے ہیں ؎

اِنَّ الْعِدَیٰ صَارُوْا خَنَازِیْرَ الْفَلَا
وَنِسَاءُھُمْ مِنْ دُوْنِھِنَّ الْاَکْلُبُ

میرے مخالف جنگلوں کے سؤر ہیں اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ کر ہیں۔"

(تعلیمات مرزا ص ۲۹)

الجواب

یہ الفاظ اُن اعداء اسلام، معاندینِ حق اور فتنہ پردازوں کے حق میں ہیں جنہوں نے اپنی بدخصلتوں سے اپنے آپ کو ان کا اہل ثابت کیا تھا۔ نجاست اور گندہ دہانی اُن کا شیوہ ہوگیا۔ ایسے ہی لوگوں کو قرآن مجید میں فَمَثَلُهٗ کَمَثَلِ الْکَلْبِ (اعراف ع ۲۲) کَمَثَلِ الْحِمَارِ (جمعہ) جَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ

وَالْخَنَازِيْرَ (مائدہ) کہہ کر کتّا، گدھا، سؤر اور بندر قرار دیا ہے۔ مسیح ناصریؑ کے الفاظ بھی ایسے لوگوں کے حق میں اُوپر نقل ہو چکے ہیں۔ پس یہ الفاظ برمحل اور عند الضرورت اظہارِ حق کی خاطر نبیوں نے بولے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ (سورہ البیّنہ) جو لوگ کافر ہیں مشرک ہوں یا اہلِ کتاب جہنم کی آگ میں رہیں گے اور یہ سب مخلوقات سے (جن میں سؤر، بندر اور کتے بھی شامل ہیں) بدتر ہیں" یہ الفاظ یقیناً گالی نہیں بلکہ ان کُمّے لوگوں کی روحانی بُری حالت کا بیان ہے۔ اس کے مقابلہ میں دشمنانِ حق کو "خنازیر الفلا" قرار دینا درحقیقت شرّ البریّہ کی نرم سی تعبیر ہے۔ لہٰذا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ پر اعتراض کرنا غلطی ہے۔

ہمیں تعجب ہے کہ معاندین اِن الفاظ کو جو محض خاص بدزبان علماء کے لئے جوابی طور پر کہے گئے تھے اپنے اُوپر چسپاں کرنے کی خواہ مخواہ کوشش کرتے ہیں اور عوام کو اشتعال دلانا چاہتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ اگر وہ نیک ہیں تو وہ تو مستثنیٰ ہی ہیں۔ ہم اس جگہ جناب پیر جماعت علی شاہ صاحب کا ایک حوالہ بطور نمونہ درج کرتے ہیں۔ تو دمولوی ثناء اللہ صاحب نے پیر صاحب کا قول اہلحدیثوں کے سلسلہ میں اپنے اخبار اہلحدیث میں نقل کیا ہے۔ پیر صاحب نے کہا ہے کہ:-

"بعض لوگوں سے پوچھا جاتا ہے کہ تم کون مذہب ہو تو اپنا مذہب نہیں بتلاتے کہتے ہیں کہ ہم محمدی ہیں۔ خیر یہ حرامزادے کچھ کہیں میں تو حنفی مذہب ہوں" (اہلحدیث ۱۶ را کتوبر ۱۹۳۱ء)

(۱۸) هٰذَا خَلِيْفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِىْ کا جواب

مولوی ثناء اللہ صاحب نے شہادۃ القرآن کی عبارت جس میں حدیث هٰذَا خَلِيْفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِىْ کا بخاری میں ہونا مذکور ہے ذکر کر کے لکھا ہے:-

"یہ حدیث بخاری میں نہیں۔ اتباعِ مرزا دکھائیں تو ہم مشکور ہونگے" (تعلیمات ص ۱۱۲)

الجواب یہ حدیث ابو نعیم تلخیص المتشابہ میں موجود ہے۔ حجج الکرامہ ص ۳۶۶ پر بھی مذکور ہے۔ علامہ سعدی نے "هذا خليفة الله المهدى" والی روایت پر لکھا ہے:-

"كَذَا ذَكَرَهُ السُّيُوطِيُّ وَفِي الزَّوَائِدِ هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ رِجَالُهُ ثِقَاتٌ وَرَوَاهُ الْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ وَقَالَ صَحِيحٌ عَلَىٰ شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ"

ترجمہ۔ اس کو سیوطی نے بھی ذکر کیا ہے۔ اس کی سند صحیح اور راوی ثقہ ہیں۔ امام حاکم نے اس کو مستدرک میں بیان کر کے کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق بھی صحیح ہے۔" (حاشیہ ابن ماجہ مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۲۶۹)

پس یہ حدیث نہایت معتبر ہے اسلئے حضرتؑ کے بیان کو کذب قرار دینا غلط ہے۔

الجواب ۲ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صاف طور پر تحریر فرمایا ہے:۔

(الف) "وَالْعَجَبُ الْآخَرُ أَنَّهُمْ يَنْتَظِرُونَ الْمَهْدِيَّ مَعَ أَنَّهُمْ يَقْرَءُونَ فِي صَحِيحِ ابْنِ مَاجَةَ وَالْمُسْتَدْرَكِ حَدِيثَ لَا مَهْدِيَّ إِلَّا عِيسَىٰ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ الصَّحِيحَيْنِ قَدْ تَرَكَا ذِكْرَهُ لِضُعْفِ أَحَادِيثَ سَمِعْتَ فِي أَمْرِهِ۔" (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۲۲)

یعنی امام بخاری اور امام مسلم نے مہدی کی بابت کوئی حدیث اپنی صحیح میں ذکر نہیں کی۔

(ب) "میں کہتا ہوں کہ مہدی کی خبریں ضعف سے خالی نہیں۔ اسی وجہ سے امامین حدیث نے ان کو نہیں لیا۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۲۳۵ طبع سوم)

ان دونوں عبارتوں سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک مہدی کی کوئی روایت بخاری میں موجود نہیں پس شہادۃ القرآن کی عبارت میں بخاری کے حوالہ کا ذکر سبقتِ قلم ہے، اسے کذب قرار دینا غلط ہے۔ بھول چوک نبیوں سے بھی ہو جاتی ہے۔ اخبار اہلحدیث میں لکھا ہے:۔

"فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے اس کے اور کچھ نہیں میں بشر ہوں مثل تمہارے۔ میں بھی بھول جاتا ہوں جیسے تم بھولتے ہو۔ فرمایا کہ میں آدمی ہوں۔ بعض دفعہ غسلِ جنب سے بھول جاتا ہوں۔ میں

بھی تمہاری طرح آدمی ہوں۔ مجھے خطا اور صواب کا امکان ہے۔"

(اہلحدیث ۶ رجون ۱۹۳۰ء صہ ۵-۶)

الجواب ۳ حوالہ کی غلطی کو جھوٹ نہیں کہتے۔ ورنہ آپ مندرجہ ذیل بزرگوں پر بھی کذب بیانی کا فتویٰ دیجئے:۔

علامہ سعدالدین تفتازانی۔ ملّا خسروؒ۔ ملّا عبدالکریمؒ تینوں نے لکھا ہے کہ حدیث "یَکْثُرُ لَکُمُ الْاَحَادِیْثُ بَعْدِیْ" کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں درج کیا ہے۔

(تلویح شرح توضیح جلد ۱ صہ ۲۶)

کیا آپ ان بزرگوں کو کاذب قرار دیں گے کیونکہ یہ حدیث بخاری میں تو نہیں ہے؟

پھر امام ابن الربیع نے حدیث "خَیْرُ السُّوْدَانِ ثَلَاثَۃٌ لُقْمَانُ وَبِلَالٌ وَمَهْجَعٌ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" کو "رَوَاہُ الْبُخَارِیْ فِیْ صَحِیْحِہٖ" فرمایا ہے۔ (موضوعات کبیر صہ ۲۲) حالانکہ یہ بخاری میں نہیں ہے بلکہ حاکم کی روایت ہے۔ اب کیا آپ امام ابن الربیع کو بھی کاذب قرار دیں گے یا اِس بیان کو سہو پر محمول کریں گے؟ مَا هُوَ جَوَابُکُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا۔

(۱۹) کوئی نبی غیر حکومت کے ماتحت نہیں ہوتا؟

سوال۔ حضرت مرزا صاحب انگریزی حکومت کے ماتحت مبعوث ہوئے۔ حالانکہ کوئی نبی غیر حکومت کے ماتحت نہیں ہوتا؟

الجواب ۱ تاریخ اور بائیبل سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح ناصریؑ رومی گورنمنٹ کے ماتحت تھے۔ پس ضروری تھا کہ مسیح محمدیؐ کو پہلے مسیح سے بوجہ مماثلت انگریزی گورنمنٹ کے ماتحت مبعوث کیا جاتا۔ یہودی علماء نے ازراہِ شرارت حضرت مسیحؑ سے پوچھا تھا کہ "ہمیں قیصر کو خراج دینا روا ہے یا نہیں؟" آپؑ نے فرمایا:۔

"جو قیصر کا ہے قیصر کو اور جو خدا کا ہے خدا کو ادا کرو۔" (لوقا ۲۰/۲۵)

حضرت مسیحؑ کے متعلق مودودی صاحب نے لکھا ہے کہ:۔

"اگر ابتداء ہی میں حکومت سے مقابلہ شروع ہو جاتا تو اصل اصلاحی کام

بھی نہ ہوتا اور اس کے انجام پائے بغیر حکومت کے مقابلہ میں ہی ناکامی ہوتی اسی لیئے انہوں نے حکومت کے ساتھ تصادم کرنے سے انتہائی پہلو تہی کی۔" (الجہاد فی الاسلام طبع دوم صـ ۳۶۶)

الجواب ۲ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ حضرت یوسف فرعون مصر کے تابع تھے۔ وہ پہلے مصر میں خرید کردہ غلام کی حیثیت میں رہے۔ پھر فرعون کے خزانوں پر مقرر ہوئے لیکن عمر بھر اس کے قانون کے ماتحت تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ (سورۃ یوسف) کہ حضرت یوسف اپنے بھائی کو بادشاہ کے قانون کے مطابق روک نہ سکتے تھے بجز اللہ کی خاص مشیت کے۔" اس آیت سے ظاہر ہے کہ حضرت یوسف قانون شاہی کے تابع تھے۔

نیز قرآن مجید میں جن انبیاء کے نام مذکور ہیں اُن میں سے صرف دو چار نبی داوٗدؑ، سلیمانؑ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہم کو اپنی زندگی میں اقتدار نصیب ہوا یحیٰؑ، زکریاؑ، شعیبؑ وغیرہم ظاہری اقتدار کے بغیر ہی رہے ہیں۔

(۲۰) حضرت خضرؑ اور حضرت مسیحؑ کی زندگی

سوال جب اللہ تعالےٰ نے حضرت خضرؑ کو لمبی زندگی دی ہے تو کیا وہ حضرت عیسیٰؑ کو لمبے عرصہ تک زندہ نہیں رکھ سکتا؟

الجواب ۱ جہاں تک اللہ تعالیٰ کی قدرت کا سوال ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے مگر سوال تو یہی ہے کہ آیا اس نے یہ چاہا ہے اس کا ثبوت درکار ہے؟ غیر احمدی علماء ہر جگہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو جاری مانتے ہیں صرف اسی امر کو اللہ تعالےٰ کی قدرت سے خارج سمجھتے ہیں کہ وہ حضرت میرزا غلام احمد قادیانی کو مسیح موعود بنا سکے؟ بتائیے کیا خدا اس پر قادر ہے؟

الجواب ۲ حضرت خضرؑ کی زندگی کا عقیدہ بھی غلط اور خلاف قرآن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آیت وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آنے والے جملہ نبیوں کی وفات

کا اعلان کر دیا ہے۔ پس نہ حضرت خضرؑ زندہ ہیں نہ حضرت مسیحؑ زندہ ہیں سب فوت ہو چکے ہیں۔

(۲۱) نبی پر دوسری زبان میں الہام

سوال۔ نبی پر الہام صرف اس کی اپنی زبان میں ہونا چاہیئے۔ فرمایا وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ (ابراہیم ع) ہم نے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اس کی قوم کی زبان کے ساتھ۔

الجواب ۱ اگر تو نبی ایک قوم کی طرف مبعوث ہو اور اس قوم کی بھی ایک ہی زبان ہو تب تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے مگر جب کوئی نبی ساری قوموں کے لئے مبعوث ہو تو اس کو کس کی زبان میں الہام ہوگا؟ آیت سے ظاہر ہے کہ یہ گزشتہ ہوئے اُن نبیوں کا تذکرہ ہے جو قومی نبی تھے۔ پس اس کی بنا پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔

الجواب ۲ آیت میں فرمایا ہے لِيُبَيِّنَ لَهُمْ تا وہ نبی ان لوگوں کے لئے کھول کر بیان کر سکے۔ معلوم ہوا کہ آیت کا یہ مطلب ہے کہ ہر نبی کو اپنی مخاطب قوم کی زبان میں معیاری فصاحت و بلاغت عطا کی جاتی ہے تا وہ مطالب روحانیہ کو واضح طور پر بیان کر سکے۔[1]

الجواب ۳ قرآن مجید فرماتا ہے وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ (النمل ع۲) حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ اے لوگو! ہم کو پرندوں کی زبان سکھائی گئی ہے۔" بتائیے حضرت سلیمانؑ کو پرندوں کی زبان کس نے سکھائی تھی۔ کیا اس آیت سے غیر احمدیوں کے نزدیک یہ ثابت نہیں کہ دوسرے انسانوں کی زبانیں تو رہیں ایک طرف، اللہ تعالیٰ تو نبیوں کو پرندوں کی زبانیں بھی سکھا دیتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ تعلیم بذریعہ الہام ہی ہو سکتی ہے۔ ہمارے نزدیک اس آیت کے ایک روحانی معنے بھی ہیں۔

(۲۲) آپ لوگ مسیح موعودؑ کے رُفقاء کو صحابہ کیوں کہتے ہیں؟

الجواب ۱ قرآن مجید نے سورۃ الجمعہ ع۱ میں آیت وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ میں خبر دی ہے کہ آخری زمانہ میں جن میں رسول پاکؐ کی بعثت ثانیہ ہوگی اور آپ ان کی تعلیم فرمائیں گے وہ صحابہ ہی کا ایک حصہ ہیں۔ اور پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے:-

اِنَّهٗ سَيَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ قَوْمٌ لَهُمْ مِثْلُ اَجْرِ اَوَّلِهِمْ

---

[1] صدق جدید لکھنؤ، ۲۷ نومبر ۱۹۶۲ء میں آیت بالا کے بارے میں لکھا ہے: "مطلب یہ ہے کہ دعوت کے لئے وہی اسلوب اور طرز اختیار کرنا چاہیئے جس کو اس زمانہ کا ذہن و مزاج اچھی طرح سمجھ سکے۔"

يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقَاتِلُوْنَ اَهْلَ الْفِتَنِ۔
کہ اِس اُمّت کے آخری حصّہ میں ایک قوم ہوگی جنہیں صحابہ کا سا اجر و ثواب ملیگا وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں گے اور فتنوں والوں کا مقابلہ کرینگے۔"
(مشکوٰۃ المصابیح ص۵۸۴)

یہ لوگ یقیناً مسیح موعودؑ کی جماعت ہیں، اسلیئے وہ صحابہؓ کے رنگ میں رنگین اور ان کے نام کے مستحق ہیں۔

الجواب ۲ صحیح مسلم کی روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں آنے والے مسیح موعود کے لئے چار مرتبہ نبی اللہ کا لفظ استعمال فرمایا ہے وہاں پر آپؐ نے اس مسیح موعودؑ کے رفقاء کے لئے چار مرتبہ لفظ **اصحابہ** استعمال فرمایا ہے (ملاحظہ ہو مشکوٰۃ المصابیح ص۴۷۳)
پس ہم قرآن مجید اور حدیث نبوی کی اتباع میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اولین ماننے والوں کو صحابہ کہتے ہیں رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ۔

(۲۳) حکومتِ برطانیہ اور جماعتِ احمدیہ

مخالفین کی طرف سے آئے دن یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ جماعتِ احمدیہ نے انگریزی گورنمنٹ سے جہاد کیوں نہیں کیا؟ معلوم ہوتا ہے کہ اِس جماعت کو انگریزوں نے قائم کیا ہے اور اسکے بانی کو انگریزی حکومت نے کھڑا کیا تھا۔

مقامِ حیرت ہے کہ یہ اعتراض جتنا لغو، بے حقیقت اور بے بنیاد ہے اتنا ہی اسے بار بار دُہرایا جاتا ہے اور عوام کے جذبات کو اُبھارنے کا ذریعہ بنایا جاتا ہے اسلیئے ہم اس پر ذرا مفصل گفتگو کرتے ہیں۔

انگریزوں سے پہلے کے حالات اس بارے میں حوالجات ملاحظہ فرمائیں:۔

(۱) "سکھوں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت کا جذبہ بے پناہ تھا مسلمان مردوں عورتوں بچوں کو بے دریغ قتل کیا گیا۔ ان کے گاؤں بالکل تباہ کر دیئے گئے۔ عورتوں کی بے حرمتی کی گئی اور ہزاروں مسجدیں گرادی گئیں۔" (انسائیکلو پیڈیا آف سکھ لٹریچر ص۱۱۲)

(۲) تلسی رام صاحب نے لکھا ہے :-

"ابتداء میں سکھوں کا طریق غارت گری اور لوٹ مار کا تھا۔ جو ہاتھ آتا تھا لوٹ کر اپنی اپنی جماعت میں تقسیم کر لیا کرتے تھے۔ مسلمانوں سے سکھوں کو بڑی دشمنی تھی۔ اذان یعنی بانگ کی آواز بلند نہیں ہونے دیتے تھے۔" (شیر پنجاب مطبوعہ ۱۸۷۲ء)

(۳) حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں :-

"مسلمانوں کو ابھی تک وہ زمانہ نہیں بھولا جبکہ وہ سکھوں کے ہاتھوں ایک دہکتے ہوئے تنور میں مبتلا تھے اور ان کے دستِ تعدی سے نہ صرف مسلمانوں کی دنیا ہی تباہ تھی بلکہ ان کے دین کی حالت اس سے بھی بدتر تھی۔ دینی فرائض کا ادا کرنا تو درکنار بعض اذان کے کہنے پر جان سے مارے جاتے تھے۔" (اشتہار ۱۰ رجولائی ۱۹۰۰ء)

انگریزی حکومت کا ابتدائی دور

انگریزوں نے ۲۱ رجولائی ۱۸۱۳ء کو شاہِ برطانیہ کے دستخطوں سے فیصلہ کیا تھا کہ "اس ملک (برطانیہ) کا فرض ہے کہ وہ مفید علوم و فنون کو رواج دے اور ہندوستان میں مذہبی اور اخلاقی اصلاحات نافذ کرے۔" (ہسٹری آف پروٹسٹنٹ مشنز) پنجاب میں عیسائیت کی تبلیغ کا آغاز لدھیانہ سے ہوا۔ ۵ رنومبر ۱۸۳۴ء کو پادری جے سی۔ لوری نے ابتدا کی اور لدھیانہ میں پنجاب کا پہلا گرجا گھر ۱۸۳۷ء میں تعمیر ہوا۔ ۱۸۴۶ء سے ۱۸۴۹ء تک کے عرصہ میں انگریزی حکومت نے پنجاب پر قبضہ کر لیا۔ اسکے بعد عیسائیت کی تبلیغ سارے ملک میں زور و شور سے شروع ہو گئی۔ ۱۸۵۲ء میں امرتسر میں پہلا مشن قائم ہوا اور آخر دسمبر ۱۸۵۳ء میں پشاور میں مشن کھولا گیا۔

حضرت سید احمد صاحب شہیدؒ کا مشن

لکھا ہے :- "جب ان (سکھوں) کا ظلم برداشت نہ ہو سکا تو حضرت سید احمد صاحب مدظلہ نے حمایتِ دین کی خاطر چند مسلمانوں کو ساتھ لیا اور کابل اور پشاور کی طرف گئے۔" (ٹریکٹ ترغیب الجہاد مطبوعہ قنوج)

یہ اس زمانہ کی بات ہے جبکہ لدھیانہ سے شمال کی طرف سارے پنجاب پر سکھوں کا قبضہ تھا اور باقی ہندوستان پر انگریزوں کی سلطنت تھی۔ حضرت سید احمد صاحبؒ سے پوچھا گیا کہ آپ انگریزوں سے جہاد نہیں کرتے اور سکھوں سے جہاد کرنے کے لئے دور دراز جا رہے ہیں؟ تو آپؒ نے جواباً فرمایا :-

"سرکارِ انگریزی گو منکرِ اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم و تعدی نہیں کرتی اور نہ ان کو فرض مذہبی

اور عبادت سے روکتی ہے ہم ان کے ملک میں علانیہ وعظ کہتے اور ترویج مذہب کرتے ہیں وہ کبھی مانع اور مزاحم نہیں ہوتے بلکہ اگر ہم پر کوئی زیادتی کرتا ہے تو اس کو سزا دینے کو تیار ہیں۔“

(سوانح احمدی مؤلفہ مولانا محمد جعفر صاحب تھانیسری)

حضرت سید شہید نے ۲۱ دسمبر ۱۸۲۶ء کو سرحد پہنچ کر سکھوں کے خلاف اعلانِ جہاد کیا اور ۱۸۳۱ء میں سکھوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے رضی اللہ عنہ۔

۱۸۵۷ء کا غدر اور مسلم علماء انگریزوں کے خلاف ۱۸۵۷ء میں جو ہنگامہ برپا ہوا اس کے متعلق مندرجہ ذیل حوالہ جات قابلِ غور ہیں :-

(۱) مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے لکھا کہ :-

”مفسدہ ۱۸۵۷ء میں جو مسلمان شریک ہوئے تھے وہ سخت گنہگار اور بحکمِ قرآن و حدیث وہ مفسد و باغی بدکردار تھے۔“ (اشاعۃ السنہ جلد ۹ نمبر ۱۰ ۱۸۸۶ء)

(۲) سر سید احمد خان نے ۱۸۵۷ء کے واقعہ کو بغاوت قرار دیا بلکہ ”حرامزدگی“ کہا اور مسلمانوں کو تلقین کی کہ اس قسم کی بغاوت اسلام کے اصول کے سراسر خلاف ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھیں رسالہ اسبابِ بغاوتِ ہند مؤلفہ سر سید احمد خان)

(۳) ”مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی نے اصل معنی جہاد کے لحاظ سے بغاوت ۱۸۵۷ء کو شرعی جہاد نہیں سمجھا بلکہ اس کو بے ایمانی و عہد شکنی و فساد و عناد خیال کر کے اس میں شمولیت اور اسکی معاونت کو معصیت قرار دیا۔“ (اشاعۃ السنہ جلد ۶ نمبر ۱۰ صفحہ ۲۸۸)

ملکہ برطانیہ کی طرف سے مذہبی آزادی کا اعلان یکم نومبر ۱۸۵۸ء کو الٰہ آباد میں ایک دربار منعقد کر کے ملکہ وکٹوریہ کی طرف سے یہ اعلان کیا گیا کہ :-

”ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہمارا شاہانہ ارادہ اور ہماری خوشی یہ ہے کہ ہماری رعایا میں سے کسی شخص کو اس کے مذہبی عقیدہ اور رسوم کی بنا پر نہ تو کسی رعایت کا مستحق سمجھا جائے اور نہ تنگ کیا جائے اور نہ کسی کا سکون چھینا جائے بلکہ قانون کی نظر میں تمام لوگ مساوی طور پر غیر جانبدارانہ رنگ میں پوری حفاظت کے حقدار ہوں گے۔“

حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت اور آپؑ کا مشن ۱۸۳۵ء میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی

کی پیدائش ہوئی۔ گویا حضرت سید احمد صاحب شہیدؒ کی شہادت سے تین چار سال بعد آپؑ پیدا ہوئے آپؑ کی عمر تیرہ چودہ برس تھی جب انگریزوں نے پنجاب کو بھی اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ آپؑ کی عمر ۲۲، ۲۳ سال کی تھی جب ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ ہوا اور پھر مذہبی آزادی کا اعلان کیا گیا۔ اُن دنوں ہندوستان اور پنجاب میں پادریوں کا بڑا زور تھا۔ ۱۸۶۲ء میں بٹالہ میں بھی عیسائیت کا پرچار شروع ہو گیا اور سارے ملک میں عیسائی حکومت کے غلبہ اور پادریوں کے حملہ کی وجہ سے مسلمانوں کی حالت قابلِ رحم تھی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحبؑ کو حامیٔ دینِ متین اور مسیح موعود و مہدیٔ معہود بنا کر مبعوث فرمایا اور آپؑ نے بالخصوص حسبِ ذیل اعلان فرمائے:۔

اوّل: "سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئیگا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے۔" (فتح اسلام مطبوعہ ۱۳۰۸ ہجری مطابق ۱۸۹۱ء صفحہ ۱۵)

دوم: "اے مسلمانو! اگر تم سچے دل سے خداوند تعالیٰ اور اس کے مقدس رسول علیہ السلام پر ایمان رکھتے ہو اور نصرتِ الٰہی کے منتظر ہو تو یقیناً سمجھو کہ نصرت کا وقت آگیا۔" (ازالہ اوہام)

سوم: "جب تیرھویں صدی کچھ نصف سے زیادہ گزر گئی تو یک دفعہ اس دجال گروہ کا خروج ہوا۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۴۹۱ طبع اوّل)

چہارم: "یہ (ریل) عیسائی قوم کی ایجاد ہے جن کا امام اور مقتداء یہی دجالی گروہ ہے۔" (ازالہ اوہام ص ۳)

پنجم: "میں صلیب کے توڑنے اور خنزیروں کے قتل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔" (فتح اسلام صفحہ ۱۷)

حضرت مسیح موعودؑ کی دعوتِ اسلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہندوستان میں پادریوں سے وہ مقابلہ فرمایا کہ ان کو اعترافِ شکست کے بغیر چارہ نہ رہا۔ علماء جو حضرت مسیحؑ کو آسمانوں پر بٹھا کر پادریوں سے زک اٹھا رہے تھے انہیں فرمایا کہ "کہیں عیسائیوں کے خدا کو مرنے بھی دو۔ کب تک اس کو حَیٌّ لَا یَمُوْتُ کہتے جاؤ گے کچھ انتہا بھی ہے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۴۹۹ طبع اوّل)

آپؑ دن رات اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کر رہے تھے یَا رَبِّ اَرِنِیْ یَوْمَ کَسْرِ صَلِیْبِہِمْ کہ اے میرے رب مجھے ان عیسائیوں کی صلیب کے ٹوٹنے کا دن دکھا دے (القصائد الاحمدیۃ) اور تبلیغِ اسلام میں ہمہ تن مصروف تھے۔ آپؑ نے ملکہ وکٹوریہ کو دعوتِ اسلام دیتے ہوئے لکھا:۔

"اے ملکہ توبہ کر اور اس ایک خدا کی اطاعت میں آجا جس کا نہ کوئی بیٹا ہے اور نہ شریک ..... اے زمین کی ملکہ اسلام کو قبول کرتا تو بچ جائے۔ آ مسلمان ہوجا۔" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۳۲-۵۳۴)

انگریزی حکومت کے متعلق علماء و زعمائے فتوے

(۱) مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ایڈوکیٹ اہل حدیث نے لکھا:-

(الف) "مسلمان رعایا کو اپنی گورنمنٹ سے خواہ وہ کسی مذہب یہودی عیسائی وغیرہ پر ہو اور اس کے امن و عہد میں وہ آزادی کے ساتھ شعار مذہبی ادا کرتی ہو، لڑنا یا اس سے لڑنے والوں کی جان و مال سے اعانت کرنا جائز نہیں۔ بناءً علیہ اہل اسلام ہندوستان کے لئے گورنمنٹ انگریزی کی مخالفت و بغاوت حرام ہے۔" (اشاعۃ السنہ جلد ۶ نمبر ۱۰ صفحہ ۲۸۷)

(ب) "بھائیو! اب سیف کا وقت نہیں رہا۔ اب تو بجائے سیف قلم ہی سے کام لینا ضروری ہوگیا ہے۔" (اشاعۃ السنہ جلد ۶ نمبر ۱۲ صفحہ ۳۶۵)

(۲) مولوی مسعود عالم صاحب ندوی لکھتے ہیں:-

"ہندوستان کی جماعت اہلحدیث ..... کے سرکردہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ..... نے سرکار انگریزی کی اطاعت کو واجب قرار دیا ..... جہاد کی منسوخی پر ایک رسالہ (الاقتصاد فی مسائل الجہاد) فارسی زبان میں تصنیف فرمایا تھا، اور مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے بھی شائع کرائے تھے۔ معتبر اور ثقہ راویوں کا بیان ہے کہ اسکے معاوضے میں سرکار انگریزی سے انہیں جاگیر بھی ملی تھی۔" (کتاب ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک صفحہ ۲۹)

(۳) مولوی عبدالرحمٰن صاحب کشمیری نے کہا کہ:-

"سرخیل جماعت سید الطائفہ مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی نے بھی سیاست سے کنارہ کشی کرلی۔ انگریزوں کے خلاف فتوئ جہاد پر دستخط نہیں کئے۔" (اخبار ترجمان دہلی یکم فروری ۱۹۶۶ء)

(۴) ایڈیٹر چٹان لکھتے ہیں:-

"جن لوگوں نے حوادث کے اس زمانے میں فسخ جہاد کی تاویلوں کے علاوہ اَطِیْعُوا اللّٰہَ

وَاَطِيعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ میں اولی الامر کا مصداق انگریزوں کو ٹھہرایا ان میں مشہور انشاء پرداز ڈپٹی نذیر احمد کا نام بھی ہے۔۔۔۔ انھوں نے قرآن مجید کے ترجمے میں انگریزوں کو پہلی دفعہ اولوالامر قرار دیا اور ان کی اطاعت کو اللہ اور رسول کی اطاعت سے مستلزم۔۔۔۔ دیکھو داستان تاریخ اردو مصنفہ حامد حسن قادری ص ۱۹۹" (کتاب عطاء اللہ شاہ بخاری ص ۱۲۵)

(۵) بریلوی صاحبان کے متعلق شورش کاشمیری لکھتے ہیں :-

" انگریز کے اولوالامر ہونے کا اعلان کیا اور فتویٰ دیا کہ ہندوستان دار الاسلام ہے انگریزوں کا یہ خود کاشتہ پودا کچھ دنوں بعد ایک مذہبی تحریک بن گیا۔" (چٹان ۱۵ اکتوبر ۱۹۶۲ء)

(۶) اہلحدیثوں کے متعلق مدیر طوفان ملتان لکھتے ہیں :-

" انگریزوں نے بڑی ہوشیاری اور چالاکی کے ساتھ تحریک نجدیت کا پودا ہندوستان میں بھی کاشت کیا اور پھر اسے اپنے ہاتھ سے ہی پروان چڑھایا۔" (طوفان ۷ نومبر ۱۹۶۲ء)

(۷) دار العلوم ندوۃ العلماء کے ترجمان الندوہ کے تین اقتباس ملاحظہ فرمائیں :-

" اس (دار العلوم) کا اصل مقصد روشن خیال علماء کا پیدا کرنا ہے اور اس قسم کے علماء کا ایک ضروری فرض یہ بھی ہے کہ گورنمنٹ کی برکات حکومت سے واقف ہوں اور ملک میں گورنمنٹ کی وفاداری کے خیالات پھیلائیں۔" (الندوہ لکھنؤ جلد ۵ بابت جولائی ۱۹۰۸ء)

" مذہبی رواداری حکومت انگریزی کا خاصہ ہے۔۔۔۔ ان پیدا ہونے والے علماء کے ذریعہ سے وہ (مسلمان) حکومت کی اطاعت اور فرمانبرداری میں زیادہ ہو جائیں گے۔"

(الندوہ دسمبر ۱۹۰۸ء ص ۲۰)

" حکومت انگریزی کی پنجاہ سالہ جوبلی کی خوشی میں دار العلوم ندوہ میں ایک دن کی تعطیل کی گئی اور جناب گورنر جنرل بہادر کی خدمت میں ندوہ کی طرف سے مبارکباد کا تار بھیجا گیا۔"

(الندوہ نومبر ۱۹۰۸ء ص ۱)

(۸) مولانا عبد الرحیم صاحب ڈی ایم اے نے تاریخی حوالہ جات کا خلاصہ لکھا ہے کہ :-

" ۱۷ جولائی ۱۸۷۰ء کو ہندوستان کے سات بڑے بڑے علماء کی طرف سے اس مضمون کا ایک فتویٰ شائع ہوا کہ انگریزوں کے خلاف جہاد جائز نہیں ہے ان کے نام یہ ہیں۔ لکھنؤ

کے مولوی علی محمد صاحب، مولوی عبدالحی صاحب، مولوی فضل اللہ صاحب، مولوی محمد نعیم صاحب، مولوی رحمت اللہ صاحب، مولوی قدرت اللہ صاحب اور مولوی قطب الدین صاحب دہلوی۔

پھر مکہ معظمہ سے ہندوستان کے دار السلام ہونے کے متعلق حنفیوں، شافعیوں اور مالکیوں کے مفتیوں سے فتاوی منگوائے گئے۔ ... اسکے بعد ۱۸۷۱ عیسوی میں منشی امیر علی صاحب کا ایک رسالہ جہاد کلکتہ میں شائع ہوا اس میں شیعہ قانون کے مطابق یہ ثابت کیا گیا کہ ملکہ معظمہ کے خلاف جہاد کرنا جائز نہیں۔" (انگریز اور بانی سلسلہ احمدیہ صفحہ ۲۹)

(۹) شیعہ مجتہد علی الحائری کہتے ہیں:۔

"ہم کو ایسی سلطنت کے زیر سایہ ہونے کا فخر حاصل ہے کہ جسکی حکومت میں انصاف پسندی اور مذہبی آزادی قانون قرار پا چکی ہے جس کی نظیر اور مثال دنیا کی اور سلطنت میں نہیں مل سکتی۔ ... اسلئے میں کہتا ہوں کہ ہر شیعہ کو اس احسان کے عوض میں صمیم قلب سے برٹش گورنمنٹ کا احسانمند اور شکر گزار رہنا چاہیئے۔" (موعظہ تحریف قرآن بابت اپریل ۱۹۲۳ء صفحہ ۶۷-۶۸)

(۱۰) حضرت سید احمد صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:۔

"ہمارا اصل کام اشاعت توحید الہٰی اور احیاء سنن سید المرسلین ہے۔ سو ہم بلا روک ٹوک اس ملک میں کرتے ہیں۔ پھر ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور خلاف اصول مذہب طرفین کا خون بلا سبب گراویں۔" (سوانح احمدی مولانا محمد جعفر تھانیسری مطبوعہ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور صفحہ ۷۱)

حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے گورنمنٹ کا شکریہ

ان حالات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انگریزی حکومت کا دو باتوں کے لئے شکریہ ادا فرمایا۔ اوّل یہ کہ انگریز سکھوں کی طرح "ہمیں واجب القتل نہیں سمجھتے" (تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ ۱۲۳)۔ دوم یہ کہ انگریزوں نے مذہبی آزادی دے رکھی ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"گورنمنٹ نے ہر ایک قوم کو اپنے مذہب کی اشاعت کی آزادی دے رکھی ہے

لہ اس موضوع پر یہ رسالہ قابل دید ہے۔ (مؤلف)

اسلئے ہر طرح لوگوں کو ہر ایک مذہب کے اصول اور دلائل دیکھنے اور ان پر غور کرنے کا موقع مل گیا ہے ..... یہی وجہ ہے کہ ہم بار بار اپنی تصنیفات میں اور اپنی تقریروں میں گورنمنٹ انگلشیہ کے احسانوں کا ذکر کرتے ہیں۔"

(روئیداد جلسۂ دعا)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مذہبی آزادی سے فائدہ اٹھا کر اسلام کی حقانیت کا اثبات اور عیسائیت، برہمو دھرم، آریہ مت اور دیگر مذاہب باطلہ کا ابطال اس شان سے فرمایا کہ حقیقی مسلمانوں کے دل باغ باغ ہو گئے اور جماعت احمدیہ ترقی کرنے لگی۔

مولویوں کی حاسدانہ جھوٹی مخبریاں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کامیابی سے علماء کی حالت دگرگوں ہو گئی، ان کا عجز عالم آشکارا ہو گیا اسلئے انہوں نے فتویٰ تکفیر کے ہنگامہ کے علاوہ کمینہ انداز میں خفیہ اور علانیہ گورنمنٹ کو بھڑکانا شروع کر دیا۔ پادری آگے ہی آتش در نعل تھے، مقامی انگریز حکمران بھی احمدیہ تحریک سے ناراض تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی خفیہ پولیس کے ذریعہ نگرانی ہو رہی تھی۔ علماء کی انگیخت کے دو نمونے ملاحظہ فرمائیے :-

(۱) مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے لکھا :-

"گورنمنٹ کو اس کا اعتبار کرنا مناسب نہیں اور اس سے پرحذر رہنا ضروری ہے ورنہ اس مہدی کادیانی سے اس قدر نقصان پہنچنے کا احتمال ہے جو مہدی سوڈانی سے نہیں پہنچا"۔

(اشاعۃ السنۃ جلد ۱۶ ملا۶ حاشیہ ص۱۹۰ ۱۸۹۳ء)

(۲) منشی محمد عبداللہ نے کتاب شہادت قرآنی میں حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق لکھا کہ :-

"ایسے ہی دیگر آیات قرآنیہ اپنے چیلوں کو سنا سنا کر گورنمنٹ سے جنگ کرنے کے لئے مستعد کرنا چاہتا ہے۔" (شہادت قرآنی مطبوعہ اسلامیہ سٹیم پریس ۱۹۰۵ء ص۶۰)

حضرت مسیح موعودؑ کا واضح موقف

حضرت مسیح موعودؑ کا موقف واضح تھا کہ رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرمادیا ہے کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائیں گے۔ سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں۔ ہماری طرف سے امان اور صلحکاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا ہے"۔ (خطبہ الہامیہ)

آپؑ کو بار بار علماء کی شرانگیزی کے دفعیہ کے لئے انگریزی حکومت پر اپنے موقف کی وضاحت کرنی پڑی اور شکریہ ادا کرنا پڑا۔ یہ ویسی ہی صورت حال تھی جو حضرت مسیح ناصریؑ کو یہودی علماء کی وجہ سے رومی حکومت کے ساتھ پیش آئی جو ہرگز قابل اعتراض نہیں بلکہ قرآن مجید کے مطابق سنت انبیاء ہے۔

ہمارا چیلنج

علماء اور مسلمان زعماء نے انگریزی حکومت کی تعریف اور خدمت کرنے پر جاگیریں اور انعام لئے مگر حضرت مسیح موعودؑ نے محض اسلام کی صحیح تعلیم کی اشاعت کے لئے یہ سب کچھ کیا۔ کوئی بتائے کہ آپؑ نے یا جماعت احمدیہ نے حکومت سے کوئی فائدہ اُٹھایا ہو؟ ہرگز نہیں۔ پس غیر احمدیوں کا اعتراض بیکار ہے۔ کیا اتنے جغادری علماء کے فتووں کے بعد انگریزوں کو قادیان کے ایک گمنام شخص کو کھڑا کرنے کی ضرورت تھی اور وہ بھی ان عقائد کے ساتھ جن کا ذکر اُوپر ہو چکا ہے۔ کیا انگریز کاسر الصلیب کو اپنا نمائندہ بنا سکتے تھے؟ چاہیئے کہ مخالفین احمدیت اب اس جھوٹے پروپیگنڈا کو ترک کر دیں +